محدثِ عصر

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

سورج ہوں زندگی کی رمق چھوڑ جاؤں گا
میں ڈوب بھی گیا تو شفق چھوڑ جاؤں گا

مؤلف

مولانا عبدالعظیم عمری مدنی

استاذ جامعہ دارالسلام عمرآباد

ناشر: مرکز دارالہدیٰ، اڈپی، ہند

محدث عصر

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

مولف

فضیلۃ الشیخ عبدالعظیم عمری مدنی حفظہ اللہ

استاذ جامعہ دار السلام عمرآباد

DAR-UL-HUDA
UDUPI

دار الہدی، اڈپی

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : محدث عصر علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

مؤلف : فضیلۃ الشیخ عبد العظیم عمری مدنی

صفحات : ۴۸

ایڈیشن : اول ۲۰۲۰ء

دوم ۲۰۲۱ء

تعداد : ۲۰۰۰

طباعت : الہدی پبلیکیشنز، دہلی

ناشر : مرکز دار الہدی، اڈپی، کرناٹک (انڈیا)

Email: dar_ul_hudaudupi@yahoo.com
Web: www.darulhudaudupi.org

ملنے کا پتہ

DAR-UL-HUDA CHARITABLE TRUST®
#1, First Floor, Himalay Pearl, Udupi - Manipal Road
Kadiyali, Udupi, Karnataka - India, Pin: 576102
Cell: +91 9945565905

عرض ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، والصّلاةُ والسّلامُ على أشْرَفِ الأنْبياءِ وَالْمُرْسَلِين، نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ، وَبَعْدُ.

محدث العصر علامہ ابوعبدالرحمن ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی شخصیت اہل علم کے حلقہ میں تعارف کی محتاج نہیں، اللہ پاک نے ان سے دین کی وسیع خدمات لیں ہیں، احادیث پر احکام کے حوالے سے اس وقت پوری دنیا میں وہ مرجع کی حیثیت رکھتے ہیں۔

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کا شمار ان عظیم المرتبت شخصیات میں ہوتا ہے کہ جنہوں نے علمی تاریخ کے دھارے کا رخ بدل دیا۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اپنی خدماتِ حدیث سے امت میں احادیث کی جانچ پرکھ کا شعور زندہ کیا۔ یہ بات نہیں کہ امت مسلمہ میں وہ اس اسلوب کے موجد تھے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اس اسلوب کے مجدد تھے۔ علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے حدیث رسول پر ایک وقیع کام **سلسلة الاحاديث الصحيحة** اور **سلسلة الاحاديث الضعيفة** کی شکل میں انجام دیا اور کھوٹے اور کھرے کو الگ الگ کر دیا۔

محدث العصر علامہ ابوعبدالرحمٰن ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی شخصیت پر بہت سے اہل قلم نے کتابیں لکھی ہیں۔ زیر نظر کتاب اس سلسلے کی ایک کڑی ہے، جس کا نام "**محدث عصر علامہ ناصر الدین البانی**" ہے۔ جس کے مؤلف ہمارے قابل اعتماد اور محترم بزرگ حافظ عبد العظیم صاحب عمری مدنی ہیں۔ آپ کی شخصیت علم اور دعوت و تبلیغ کی نسبت سے جنوبی ہند میں تعارف کی محتاج نہیں۔ مبالغہ نہ ہوگا اگر میں یہ کہوں کہ آپ نوجوان علماء اور طلبہ کے لیے ایک نمونہ ہیں۔ آپ جامعہ دار السلام، عمرآباد کے استاذ ہونے کے ساتھ ساتھ مشہور خطیب بھی ہیں۔ اللہ مؤلف اور ناشر سب کے حق میں اس کتاب کو صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین۔

میں اللہ رب العالمین کے فضل وکرم کا بے حد شکر گزار ہوں کہ اس نے دار الہدیٰ کو اس کتاب کی اشاعت کا شرف بخشا۔ اللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ كُلُّهُ۔

اللہ رب العالمین کے فضل وکرم کے بعد میں اس کتاب کے مؤلف اور ان تمام متعاونین کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں ہر طرح کا تعاون کیا۔ اللہ سب کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین۔

اس کتاب کو منظر عام پر لانے میں ہماری ٹیم نے بہت محنت کی ہے اور دقتِ نظر سے پروف وغیرہ کیا ہے پھر بھی غلطی کا امکان باقی رہ جاتا ہے اس لیے محترم قارئین سے ہماری درخواست ہے کہ انھیں اس کتاب میں کسی مقام پر کوئی غلطی نظر آئے تو مرکز دار الہدیٰ اڈپی کو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ اسے درست کیا جائے۔ ادارہ آپ کا مشکور ہوگا۔

واللهُ الموَفّقُ، وَهُو الهَادِيُّ إلى سَوَاءِ السّبِيْلِ، اللّٰهُمّ تَقَبّلْ مِنّا إِنّكَ أَنتَ السّمِيعُ الْعَلِيم.

ڈاکٹر ابو عمر پرویز ناکو اعمری مدنی (مقیم مدینہ طیبہ)

مدیر

مرکز دار الہدیٰ، اڈپی

1 ذو الحجہ، ۱۴۴۲ ہجری مطابق 12 جولائی 2021م

حرف آغاز

ربانی علماء زمین کی رونق اور زینت ہوا کرتے ہیں۔امت کے لیے ان کی رہنمائی و رہبری طاقت و قوت کا ایسا سرچشمہ ہوا کرتی ہے جس کے بغیر امت پیاسی اور کمزور ہوجاتی ہے۔بعض اہل علم کو اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص اور ان کی انتھک کوششوں کا صلہ دنیا میں یوں عطا کرتا ہے کہ اپنی ذات میں وہ ایک مدرسہ بن جاتے ہیں اور ان کے علوم و معارف کے فیوض و برکات سے امت کی نسلیں ہمیشہ فیضیاب ہوتی رہتی ہیں۔چودھویں صدی ہجری اور بیسوی صدی عیسوی میں امام البانی رحمہ اللہ کی شخصیت ایک ایسی جامع الکمالات شخصیت تھی جس کی منفعت و برکات سے سارا عالم اسلام فیضیاب ہوا اور ہورہا ہے۔خصوصاً فن حدیث میں ایک مستند و لائق صد اعتماد مدرسہ کی حیثیت آپ کو حاصل رہی۔

زیر نظر رسالہ دراصل ان مضامین کا مجموعہ ہے جو راقم الحروف نے آج سے بیس سال قبل علامہ البانی رحمہ اللہ کی وفات کے موقع سے جمعیت ابنائے قدیم جامعہ دارالسلام، عمرآباد کے ترجمان ماہنامہ "راہ اعتدال" میں قسط وار لکھے تھے۔

یہ مضامین شیخ کا تعارف نہیں ہیں بلکہ شیخ کے تعلق سے راقم الحروف کے تاثرات ہیں۔بھلا سمندر کا تعارف شبنم کی مقدار میں کیسے کرایا جاسکتا ہے۔

میں شکرگزار ہوں مرکز دارالھدیٰ اڈپی اور اس کے روح رواں برادر عزیز پرویز مدنی وفقہ اللہ کا کہ انھوں نے آج سے دس سال قبل ان مضامین کو کتابچہ کی شکل میں شائع کیا تھا اور آج دوبارہ وہ اس کا دوسرا ایڈیشن منظر عام پر لانے جارہے ہیں۔دعا ہے کہ رب العزت ہم سب کو امام البانی رحمہ اللہ جیسی نابغۂ روزگار شخصیات کی قدر کرنے اور ان کے علوم و معارف سے فیضیاب ہونے کی سعادت اور توفیق نصیب فرمائے۔آمین

حافظ عبدالعظیم عمری مدنی

استاذ جامعہ دارالسلام، عمرآباد

یکم ذوالحجہ 1442 ہجری مطابق 12 جولائی 2021م

حرف اوّلیں

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد!

بیسویں صدی عیسوی میں عالم اسلام کو جن ممتاز اور محقق علماء کرام کی سرپرستی حاصل رہی ان میں ایک نمایاں نام علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کا بھی ہے۔ دنیا نے آپ کو ایک نامور محدث کی حیثیت سے جانا اور واقعی آپ محدثین سلف کی علمی شان کے مالک اور انہیں کے نقش قدم پر چل کر علم حدیث کی بے مثال خدمت کرنے والے تھے۔ راقم الحروف کو جب ۱۹۹۸ء میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلے کی سعادت حاصل ہوئی تو چھ مہینوں کے اندر علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کی وفات کا جانکاہ حادثہ پیش آیا۔ چنانچہ جب ہمارے پہلے تعلیمی سال کی چھٹیاں ہوئیں تو راقم الحروف نے شیخ ابن باز رحمہ اللہ کی سیرت پر ایک سلسلۂ مضامین مجلہ راہ اعتدال میں لکھا تھا۔ پھر جب ہمارے دوسرے تعلیمی سال کا آغاز ہوا تو آغاز سال ہی میں علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ داغ مفارقت دے گئے۔ چنانچہ ہمارے دوسرے تعلیمی سال کی سالانہ چھٹیوں میں علامہ البانی رحمہ اللہ کی مختصر سوانح حیات لکھنے کا موقع نصیب ہوا اور اسے بھی ماہنامہ راہ اعتدال عمرآباد میں سلسلہ وار شائع کیا گیا۔ رحمہ اللہ

علامہ البانی رحمہ اللہ سے متعلق سلسلۂ مضامین کو برادرم ظہیر دانش عمری نے کتابی شکل میں چھاپنے کا عندیہ ظاہر کیا تو یہ بات میرے لیے باعث مسرت تھی۔ میں نے انہیں چھاپنے کی اجازت بھی دے دی۔ اب دار الہدیٰ اڈپی کے ذمہ داران خصوصًا ناکواجیؒ صاحب اپنی نگرانی میں اس سلسلۂ مضامین کو کتابی شکل میں شائع کررہے ہیں۔ اللہ کرے کہ اس سے علامہ البانی کے تعارف کا حق ادا ہوسکے۔ واللہ اعلم

عبدالعظیم عمری مدنی

اگست 2009ء موافق شعبان 1430ھ

محدث عصر علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

محدث العصر علامہ ناصر الدین رحمہ اللہ کے انتقال پر مکمل دس مہینے گزر چکے ہیں۔ مگر آپ کی جدائی کا غم دلوں میں ابھی تک تازہ ہے۔ آپ کی وفات کا حادثہ اس حیثیت سے بھی بڑا المناک تھا کہ اس سے پانچ ماہ قبل سماحۃ الشیخ العلامہ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز رحمہ اللہ کی وفات نے امت کے جسم وجاں کو نڈھال کر رکھا تھا۔ پھر اس مختصر مدت کے بعد محدث العصر البانی رحمہ اللہ کا سفر آخرت امت کے لیے بڑا صبر آزما ثابت ہوا۔ جب ابن باز رحمہ اللہ کی وفات ہوئی تھی اور آنسو رو کے نہیں جا رہے تھے تو لوگوں نے البانی رحمہ اللہ کو اپنے درمیان دیکھ کر اپنی تسکین کا سامان کیا تھا مگر امید کا یہ سہارا ابھی زیادہ دن قائم نہ رہ سکا۔

بشر پہلو میں دل رکھتا ہے جب تک
اسے دنیا کا غم سہنا پڑے گا

ویسے سال گزشتہ عالم اسلام کے بہت سے نامور علماء ہم سے رخصت ہو گئے۔ رحمۃ اللہ علیہم۔ مگر علمی گہرائی، حق گوئی و بے باکی ظاہر و باطن کی یکسانیت اور علم و عمل میں منہج سلف کی کامل تطبیق میں ابن باز والبانی رحمہما اللہ کا مقام بہت اعلی وارفع رہا۔

ابن باز رحمہ اللہ کی شخصیت پہ بہت کچھ لکھا گیا، عالم اسلام کے بہت سارے مجلات نے اپنے خصوصی نمبر بھی نکالے اور ابن باز رحمہ اللہ کی خدمات کو داد تحسین پیش کیا، اور جب البانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا تو عرب ممالک میں آپ کے تعلق سے بھی بہت کچھ لکھا گیا اور بعض مجلات نے اپنے خصوصی نمبر بھی نکالے مگر عجم میں بات کچھ اور ہی تھی، یہی عجمی رسائل جنہوں نے ابن باز رحمہ اللہ کے تعلق سے تفصیلی مضامین شائع کیے تھے یا اپنے خصوصی نمبر نکالے تھے، البانی رحمہ اللہ کی وفات پر خاموش نظر آئے یا کچھ لکھا بھی تو بس ایسا تھا "لا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ" کا مصداق تھا، حالانکہ البانی رحمہ اللہ کی علمی خدمات کے تعلق سے ابن باز

سے زیادہ لکھا جا سکتا تھا۔ اس کی بنیادی وجہ غالبا یہ ہو کہ البانی کا خصوصی نمبر للہ فی اللہ نکالنا پڑتا ہے۔ اس سے کوئی مادی فائدہ حاصل ہونے والا نہ تھا جب کہ ابن باز ؒ کے سلسلے میں خصوصی نمبر نکالنے کی صورت میں بہت سارے مادی اغراض پوشیدہ تھے اسی لیے ایسے بعض مجلات نے اپنے خصوصی نمبر میں اپنے اپنے ملک کے سعودی سفارت خانوں کی تصدیق بھی تاثرات کی شکل میں پیش کر کے اپنی ہمدردی کا اظہار کیا تھا۔

دوسری اہم وجہ یہ تھی کہ عجم میں شیخ البانی رحمہ اللہ کا سچا تعارف نہ ہونے کے سبب آپ کے تعلق سے لوگوں کے ذہنوں میں بہت ساری غلط فہمیاں پائی جا رہی ہیں، لوگ آپ کو طرح طرح کے القاب سے یاد کرتے ہیں، آپ کی شخصیت پر طعنے کسے جاتے ہیں بلکہ بہت سوں کو آپ کا نام تک سننا گوارہ نہیں ہے۔

یہ ہماری بدقسمتی اور احسان فراموشی ہے کہ سلف صالحین سے محبت کا دم تو ہم بھرتے ہیں مگر شیخ البانی رحمہ اللہ جیسے نمونۂ سلف شخصیت کی قدر و قیمت کو جاننا تو درکنار انہیں ہدف ملامت بنانے اور اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرنے میں مصروف ہیں۔

افسوس کہ البانی رحمہ اللہ کی شخصیت اور البانی رحمہ اللہ کی اہمیت کو ہندوستان پوری طرح جان نہیں سکا جہاں برسوں سے علوم حدیث کی کساد بازاری کا غلبہ ہے۔ البانی رحمہ اللہ کی شخصیت اور البانی رحمہ اللہ کی اہمیت عالم اسلام کی یونیورسٹیوں کے ان عظیم اسکالرس سے پوچھیے جو اپنے فن میں یکتا رہتے ہوئے بھی خود کو البانی رحمہ اللہ کے آگے طفل مکتب تصور کرتے ہیں۔

البانی رحمہ اللہ عصر حاضر کے محدث بے مثال تھے، بلند پایہ محقق تھے، علم و عمل میں خیر القرون کا نمونہ تھے اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اہل بدعت کے حلق کا کانٹا تھے، اور اخبار -"الشرق الاوسط" کے الفاظ میں علم حدیث میں بیسویں صدی کا معجزہ تھے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ کی عظیم شخصیت اور آپ کے عظیم کارناموں کا مختصر ساخاکہ اس مضمون میں پیش کیا جا رہا ہے چونکہ آپ کی زندگی صبر سے عبارت تھی، اس لیے آپ کی زندگی کو پڑھنے کے لیے بھی بڑا صبر درکار ہے، امید کہ اہل نظر شیخ کا تعارف حاصل کرتے ہوئے شیخ کے تعلق

سے اپنے موقف کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ کریں گے۔

ولادت اور ارض شام کی ہجرت :

آپ کا نام محمد ناصر الدین بن نوح نجاتی ہے، ابو عبد الرحمن آپ کی کنیت ہے، البانیہ کے پایۂ تخت اشقودرہ میں ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۱۴ء میں آپ کی ولادت ہوئی، زندگی کی نو منزلیں آپ نے البانیہ ہی میں طے کیں اور اسی کی طرف منسوب ہوکر البانی کہلائے،آپ کے والد صاحب ایک ذی علم شخصیت تھے اور مسلک حنفی کے معروف فقہا میں سے تھے۔ جب البانیہ میں شیوعی انقلاب آیا اور حکام نے مغربی تہذیب کی تقلید لازمی قرار دی تو اپنے دین وایمان کی حفاظت کی خاطر آپ کے والد صاحب نے مع اہل خانہ ہجرت کا ارادہ کرلیا۔

ہجرت کے لیے ارض شام کا انتخاب کیا کیونکہ احادیث میں وہاں سکونت اختیار کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ چنانچہ بحری راستے سے بیروت ہوتے ہوئے آپ مع اہل خانہ دمشق پہنچے، اس امید کے ساتھ کہ ہوسکتا ہے کہ قیام شام سے دنیا و آخرت میں ان کی قسمت چمک اٹھے، انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ ارض شام کی قسمت کو چمکانے والا بچہ خود انہی کی گود میں پل رہا ہے۔

تعلیم و تربیت :

دمشق پہنچے تو شیخ البانی رحمہ اللہ کی عمر نو سال تھی نو سال کی اس عمر تک آپ مطلق عربی زبان نہ جانتے تھے لیکن آپ کو فطری طور پر عربی زبان سے لگاؤ اور تعلق تھا اس لیے بہت جلدی عربی زبان سیکھ لی اور آگے چل کر عربی زبان میں اتنا ملکہ پیدا کرلیا کہ بڑے بڑے عربی داں بھی آپ کی زبان اور انداز بیان سے مسحور ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

ابتدائی تعلیم دمشق ہی کے کسی سرکاری اسکول میں حاصل کی اور بہت تھوڑی مدت میں اپنا لوہا منوالیا۔ اساتذہ کو آپ کی تعلیمی لیاقت پر اتنا اعتماد تھا کہ سوال و جواب میں ہمیشہ آپ کی باری اس وقت آیا کرتی تھی جب سارے طلبہ جواب دینے سے عاجز اور قاصر ہوتے۔

سرکاری تعلیم کے علاوہ گھر میں خود والد صاحب بھی آپ کی تعلیم و تربیت کا بڑا اہتمام کرتے اور ابتدا ہی سے آپ کو فقہ حنفی کی تعلیم دیا کرتے تھے، ادھر شیخ کا اپنا ذاتی مطالعہ بھی جاری رہتا جہاں کہیں کوئی مسئلہ حدیث کے خلاف پاتے تو اپنے والد سے مناقشہ کرنے لگتے اور اطمینان بخش جواب نہ ملنے کی صورت میں حدیث پر عمل کرنے سے کوئی چیز انہیں روک نہیں سکتی تھی۔

گھڑی سازی کا پیشہ:

گزر معاش کے لیے البانی صاحب نے پہلے تو چند دن تک کے لیے بڑھئی کا پیشہ اختیار کیا مگر بعد میں آپ کے والد صاحب نے آپ کو گھڑی سازی سکھا دی اور یہی پیشہ زندگی بھر گزر معاش کا ذریعہ تھا، شیخ البانی رحمہ اللہ ماہر گھڑی ساز تھے اور اس پیشے کی بہت زیادہ تعریف کیا کرتے تھے کیونکہ یہ آزاد پیشہ تھا جو آپ کی علمی مصروفیتوں میں کبھی رکاوٹ نہ بنتا تھا اسی لیے آپ کہا کرتے تھے کہ میرے والد صاحب کے مجھ پر دو بڑے احسانات ہیں پہلا یہ کہ آپ مجھے البانیہ کے لادینی ماحول سے بچا کر ارض شام کی طرف لے آئے، دوسرا یہ کہ آپ نے مجھے گھڑی سازی جیسا آزاد ہنر سکھایا۔

علم حدیث کی طرف توجہ :

شیخ کی علم حدیث کی طرف توجہ کا اصل محرک علامہ رشید رضا کا مجلہ "المنار" تھا (واقعہ مشہور ہونے کی وجہ سے تفصیل کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی)۔ بعد میں شیخ کی ذاتی دلچسپی نے اس میدان میں آپ کے قدم جما دیے۔ جب بھی کوئی حدیث آپ کی نظر سے گزرتی تو خود اس کی تخریج کرتے اور اس کا درجہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے، شیخ کے شاگرد محمد بن بدیع موسی کہتے ہیں شیخ نے مجھ سے کہا پہلی حدیث جس کی تخریج انہوں نے کی تھی وہ یہ تھی "دَعُوا النَّاسَ فِي غَفَلَاتِهِمْ يَرْزُقِ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ"۔

شیخ کے والد کو شیخ کا حدیث کی طرف یہ رجحان پسند نہ تھا، شیخ کو کتب حدیث میں مشغول

دیکھ کر یہ کہا کرتے تھے کہ "علم حدیث مفلسوں کا پیشہ ہے" تاہم شیخ کی ثابت قدمی میں ذرہ برابر بھی لغزش نہ آئی کیونکہ آگے چل کر اللہ تعالیٰ کو آپ سے بہت بڑا کام لینا تھا۔

شیخ کی استقامت اور گھر سے جدائی :

علم حدیث کی طرف توجہ کا لازمی نتیجہ تھا کہ آپ کے علمی رجحان کا اثر آپ کی عملی زندگی پر ضرور پڑتا، چناچہ عنفوان شباب ہی سے شیخ کے اندر عمل بالاحادیث کا عجیب و غریب جذبہ تھا، حتی کے اسی بنیاد پر گھر سے جدا بھی ہو گئے، ہوا یہ کہ دمشق کی جامع التوبۃ نامی ایک مسجد تھی جس میں ہر نماز میں دو دو جماعتیں ہوا کرتی تھیں، پہلے اول وقت میں شوافع اپنے شافعی امام کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے، پھر تھوڑی دیر بعد احناف اپنے حنفی امام کی اقتداء میں باجماعت نماز ادا کرتے، اور یہ حنفی امام خود شیخ البانی رحمہ اللہ کے والد نوح نجاتی تھے۔ ایک ہی مسجد میں دو جماعتیں، یہ بات البانی صاحب کو اچھی نہیں لگی آپ نے مسئلہ کا علمی جائزہ لینے کے بعد شوافع کے ساتھ نماز پڑھنے کا فیصلہ لیا، جو کہ حدیث کے مطابق اول وقت میں نماز پڑھا کرتے تھے، شیخ کے اس موقف سے آپ کے والد صاحب پر قیامت گزرتی تھی لیکن صبر کرتے ہوئے خاموش رہ جاتے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ کے والد صاحب کو کہیں سفر درپیش ہوا انھوں نے البانی صاحب سے کہا کہ میرے واپس آنے تک میری غیر حاضری میں امامت کے فرائض انجام دیتے رہو، البانی صاحب نے معذرت پیش کردی، والد صاحب سمجھ گئے کہ البانی نے کیوں معذرت پیش کی آخر کار مجبور ہو کر ایک مرتبہ البانی صاحب کو بلوا بھیجا اور فیصلہ کن گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ مجھے معلوم ہوا کہ تم نے اپنا مسلک بدل لیا ہے لہٰذا بہتر ہے کہ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرو ورنہ میرے گھر میں رہنے کی ضرورت نہیں۔ البانی رحمہ اللہ نے حق کی خاطر گھر سے جدائی اختیار کرلی، جس کی قسمت میں تحقیق کی بلندیاں لکھی ہوئی ہوں وہ تقلید جامد کی پستیوں سے کب اور کیوں راضی ہوتا نَبِّئُوْنِیْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ.

دمشق ہی میں ایک اور " مسجد الجامع الاموی " تھی جس مین کچھ قبریں تھیں، شیخ

البانی رحمہ اللہ کبھی کبھی اس میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے، مگر احادیث میں اس قسم کی مساجد میں نماز پڑھنے سے ممانعت دیکھ کر آپ نے اس میں نماز پڑھنا ہی چھوڑ دیا، اور عام مسلمانوں کو بھی روکتے ہوئے اپنی پہلی کتاب "تحذیر الساجد من اتخاذ القبور مساجد" لکھی، اب تو معاشرہ اور سماج بھی آپ کا مخالف ہو گیا مگر مخالفت کی پرواہ کیے بغیر آپ پیہم جدوجہد کرتے تھے۔

ابتدا ہی سے شیخ البانی رحمہ اللہ کے اس جذبۂ اتباع سنت، استقامت فی الدین اور صبر و ضبط کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی سے اپنے دین کی کوئی خدمت لینا چاہتا ہے تو خود ہی اسکے اسباب بھی فراہم کرتا ہے، اور یقین محکم اور عمل پیہم کے جوہر سے اسے آشنا کر کے فاتح عالم بنا دیتا ہے۔ اب آیئے دیکھیں کہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے کس طرح علم و فن سے دلوں کی دنیا کو فتح کیا۔

شیخ البانی رحمہ اللہ اپنی خدمات کے آئینے میں

شیخ البانی رحمہ اللہ کی خدمات کو ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلی قسم آپ کی ان خدمات کی ہے جو حدیث اور علوم حدیث سے متعلق ہیں اور دوسری ان خدمات کی ہے جو اسلامی عقیدہ اور منہج سلف کے احیاء سے متعلق ہیں۔ ذیل میں مذکورہ بالا دونوں قسموں کا مختصر سا خاکہ پیش کیا جا رہا ہے۔

البانی رحمہ اللہ کی محدثانہ شان:

شیخ البانی رحمہ اللہ کو دنیا ایک محدث کی حیثیت سے جانتی ہے، دوست اور دشمن سب آپ کو اس حیثیت سے تسلیم کرتے ہیں۔ آپ کی شخصیت محدثانہ صفات کی صرف حامل ہی نہیں بلکہ ان صفات میں کامل بھی تھی، حدیث کی خدمت میں آپ کا کردار محدثین سلف کے کردار سے کچھ کم نہ تھا۔ آپ نے علم حدیث سے قلبی لگاؤ، صحیح و ضعیف کی پرکھ، کتب احادیث میں محویت

اور احادیث سے مسائل کے استنباط میں محدثین سلف کی یاد تازہ کردی۔ اس وقت شاید کسی کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہ رہی ہوگی کہ پندرھویں صدی کے اس بعید از سلف دور میں بھی البانی رحمہ اللہ جیسا خادم حدیث، ضعیف و صحیح کی پہچان اور علوم حدیث میں دقیق نظر رکھنے والا عظیم محدث پیدا ہوگا، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ ابن الصلاح رحمہ اللہ کی یہ رائے کہ "متاخرین کو تصحیح و تضعیف کا حق نہ دیا جائے بلکہ متقدمین کے احکام پر اعتماد کرتے ہوئے ہی تصحیح و تضعیف کا باب ہمیشہ کے لیے بند کردیا جائے" کیونکہ فن حدیث کے سلسلے میں یہ روایت رہی کہ اس فن میں ہر جانے والا شخص آنے والے شخص سے بہتر ہوتا ہے، ایسی صورت کے تحت ابن الصلاح رحمہ اللہ کے دور میں لوگوں کے اندر صحیح اور ضعیف کی پرکھ باقی نہ رہی تو انھوں نے اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ "اب تصحیح و تضعیف کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کردیا جائے گا"۔

ابن الصلاح کی یہ رائے ایک انسانی فیصلہ تھا مگر خدائی فیصلہ کچھ اور ہی تھا۔ قدرت کا اصول یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو اپنے دین کی حفاظت مقصود ہوتی ہے تو وہ ایسے حیرت انگیز طریقوں سے اس کی حفاظت کے اسباب فراہم کرتا ہے کہ انسانی عقل حیران و ششدر رہ جاتی ہے۔ یہاں بات ایسی ہی ہے کہ جب ضعیف اور موضوع روایات کا چلن حد سے زیادہ ہوگیا اور اللہ تعالیٰ کو اپنے نبی کی سنت کی حفاظت مقصود ہوئی تو اس نے پندرہویں صدی کے اس بعید از سلف دور میں البانی رحمہ اللہ جیسے محدث کو پیدا کیا جس نے "ہر جانے والا آنے والے سے بہتر" کے اس انسانی اصول کو توڑتے ہوئے یہ ثابت کردیا کہ "جب اللہ کو اپنے دین کی حفاظت مقصود ہو تو کوئی آنے والا ایسا بھی ہوتا ہے جو بہت سے جانے والوں سے بہتر ہوتا ہے"۔

حیرت ہوتی ہے پندرہویں صدی کے اس محدث کی وسعت علمی پر کہ جس حدیث کو تیسری اور چوتھی صدی کے علماء فرد اور غریب قرار دیتے ہیں پندرہویں صدی کا یہ محدث اس حدیث کے لیے چار چار متابعات اور شواہد پیش کرتے ہوئے صدیوں کے اس فیصلے کو توڑ دیتا ہے کہ یہ حدیث غریب اور فرد ہے! مثلاً سنن ابی داوٗد کی حدیث ہے "كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا" اس حدیث کو ابن عدی یا ابن ابی حاتم نے غریب فرد قرار دیا ہے

اور علت یہ بتائی کہ اس کا ایک راوی سعد بن سعید اس کو روایت کرنے میں منفرد ہے۔ جبکہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کے لیے چار متابعات پیش کی ہیں جن میں سے ایک خود مذکورہ راوی کے بھائی یحییٰ بن سعید کی روایت ہے۔

کتب احادیث میں محویت اور جہد مسلسل میں بھی محدثین سلف کی مثال تھے۔ بارہ بارہ گھنٹے ایک ہی جگہ بیٹھے احادیث کی تحقیق و تخریج میں مصروف رہتے اور اس بیچ نماز اور ضروریات کے علاوہ کوئی اور وقفہ نہ ہوتا۔ کتب احادیث میں محویت کا یہ عالم کہ لائبریری میں سیڑھی پر کھڑے اوپر رکھی ہوئی کتابوں کی تلاشی لیتے اور مطلوبہ کتاب ملنے پر سیڑھی پر کھڑے ورق گردانی کرتے ہوئے تین تین اور چار چار گھنٹے گزار دیتے اور انہیں یہ تک خبر نہ ہوتی کہ کتنی دیر میں سیڑھی پر کھڑا رہا۔

علمی دنیا میں شیخ البانی رحمہ اللہ کا مقام اور مرتبہ:

عصر حاضر میں بہت سارے لوگوں نے علم حدیث کی خدمت کی ہے اور یہ فن بہت سارے علماء کا تخصص بھی رہا ہے، مگر البانی رحمہ اللہ نے جس طرز کی خدمت انجام دی ہے وہ موجودہ دور میں کسی اور کے بس کی بات نہ تھی، کیونکہ آپ نے علوم حدیث میں سب سے اعلیٰ علم، تصحیح و تضعیف کو اپنی کاوشوں کا مرکز اور محور بنایا تھا اور تصحیح و تضعیف ایسا علم ہے جو دوسرے تمام علوم حدیث کی غرض و غایت ہے۔ جرح و تعدیل ہو کہ علم رجال، مصطلح الحدیث ہو کہ فن تخریج سب کی غرض و غایت حدیث کی صحت یا اس کے ضعف کا پتہ لگانا ہے اس طرح تصحیح و تضعیف کا علم ''علم الآلہ'' ہے اور دوسرے سارے علوم ''علوم الوسائل'' ہیں۔ علوم الوسائل کے خادم تو بہت مل جائیں گے مگر علم الآلہ یعنی تصحیح و تضعیف کے خادم شذوذ و ندرت کا حکم رکھتے ہیں اور البانی رحمہ اللہ اسی علم الآلہ کے مرد میدان تھے!

اسی لیے شیخ ربیع بن ہادی المدخلی نے شیخ البانی رحمہ اللہ کی خدمات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "البانی رحمہ اللہ نے علم حدیث کی جو خدمت کی ہے اس سے بڑی بڑی یونیورسٹیاں

عاجز ہیں، لوگوں نے کمیٹیاں تشکیل دیں کہ البانی رحمہ اللہ کے طرز کی خدمت وہ بھی انجام دے سکیں مگر سب کے سب ناکام اور قاصر رہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

توفیق الٰہی کے شامل حال ہونے کے بعد ایک فرد اور جماعت کی کوشش میں یہی فرق ہوتا ہے کہ جماعتیں بے شمار وسائل و ذرائع رکھتے ہوئے بھی وہ کام اور کارنامہ انجام دینے سے عاجز ہوتی ہیں جو کام کہ توفیق الٰہی کے شامل حال ہونے پر ایک کمزور اور لاچار فرد انجام دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنی مقبولیت عطا کی کہ آپ زندگی ہی میں دنیا بھر کے لیے علم حدیث میں مرجع بن گئے اور یہ وہ نعمت ہے جو بہت کم علماء اور محققین کو حاصل ہوئی ہے۔ اسی لیے دوست اور دشمن سب کے سب آپ کی تحقیقات و تخریجات پر بڑا اعتماد کرتے تھے حتی کہ آپ کے وہ مخالفین جو محض تعصب اور تنگ نظری کی بنا پر آپ کی مخالفت کرتے آئے ہیں وہ بھی آپ کی کتابوں سے استفادے پر مجبور تھے یہ اور بات ہے کہ وہ بظاہر اس کا اعتراف نہ کرتے تھے۔ خود البانی صاحب نے ایسے کئی علمی سرقوں پر گرفت کی ہے۔

میدان تصحیح و تضعیف میں البانی رحمہ اللہ کا عظیم کارنامہ:

علمی اور تحقیقی میدان میں شیخ البانی رحمہ اللہ کا یہ عظیم کارنامہ ہے کہ آپ نے علوم حدیث کے اصول و قواعد کی عملی تطبیق سے تصحیح و تضعیف احادیث پر حکم لگانے کا وہ بند دروازہ کھولا جو تقریباً حافظ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) کے بعد سے بند ہی رہا اور کسی کو یہ ہمت نہ ہو سکی تھی کہ وہ محدثانہ شان سے اس میں داخل ہو۔ ابن حجر رحمہ اللہ کے بعد سے اب تک جو دور گزرا ہے اس میں علماء کا اہتمام سند کے بجائے زیادہ متن سے تھا، البتہ امام سخاوی رحمہ اللہ کو اس سے مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے، ورنہ پچھلی صدیوں میں جتنا بھی کام ہوا ہے وہ متن پر ہی ہوا ہے۔ لہٰذا ضرورت تھی کہ متن کی طرح اسانید پر بھی کام ہو اور اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے محدث العصر علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ آپ نے ضعیف اور موضوع

روایات کے منفی اثرات کو واضح کرتے ہوئے احادیث کی تصحیح و تضعیف کا آغاز کیا اور اس سلسلہ میں "عودۃ الی السنۃ" کے عنوان سے مسلسل کئی مضامین آپ کے شائع ہوئے اور انہی مضامین سے دنیا والوں کے آگے آپ کا علمی تعارف ہوا، لوگوں نے بہت دلچسپی لی اور بہت سارے علماء نے آپ کی ہمت افزائی بھی کی۔ آپ نے کتب حدیث میں جو کتابیں متداول تھیں ان پر زیادہ کام کیا چنانچہ مشکوۃ المصابیح اور منارالسبیل کی تحقیق و تخریج بڑے اہتمام سے کی۔ آخر الذکر کتاب کی تخریج جو کہ ارواء الغلیل کے نام سے موسوم ہے شیخ البانی رحمہ اللہ کی محد ثانہ شان کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے جس میں احکام سے متعلق اکثر احادیث کی تخریج ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ اور سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ کے عنوان سے ہزاروں احادیث پر حکم لگاتے ہوئے ان کا درجہ متعیّن کیا اور اسی ضمن میں چاروں سنن کی تحقیق بھی ہوگئی، سنن اربعہ میں سے ہر ایک کی صحیح اور ضعیف احادیث کا الگ الگ مجموعہ تیار کیا مثلاً سنن ابن ماجہ کی صحیح احادیث کو ایک جگہ اکٹھا کر کے اس کا نام صحیح سنن ابن ماجہ رکھا اور ضعیف احادیث کو ایک جگہ اکٹھا کر کے اس کا نام ضعیف سنن ابن ماجہ رکھا۔ البانی صاحب سے قبل ایک عام رواج یہ تھا کہ بخاری اور مسلم کی طرح جب سنن کی احادیث نقل کی جاتیں تو لوگ اسانید پر کلام کیے بغیر خاموش رہ جاتے حالانکہ بہت ساری حدیثیں ایسی ہیں کہ خود اصحاب سنن نے ان پر ضعف کا حکم لگایا ہے اس لیے البانی صاحب نے امت میں اس شعور کو بیدار کرنے کی کوشش کی کہ رواہ الترمذی اور رواہ النسائی کہنا کافی نہیں ہے بلکہ بسند صحیح یا بسند ضعیف کی قید بھی بے حد ضروری ہے۔

اسانید کے ساتھ ساتھ متون احادیث پر بھی بڑی گہری نظر تھی آپ کی تحریروں میں روایت و درایت کا ایک حسین امتزاج واضح طور پر نظر آتا ہے، اسانید پر محد ثانہ شان سے کلام کرتے ہیں تو متون پر فقیہانہ شان سے بحث کرتے ہیں۔ ارواء الغلیل اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ اسانید و متون پر آپ کی دقت نظری کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔

آج آپ کی تحقیقات اور تخریجات کو علمی دنیا میں وہ مقام اور وہ اعتماد حاصل ہے کہ جب بھی کہیں کوئی معرض الکتب (کتاب میلہ) لگتا ہے تو البانی صاحب کا نام جس کتاب کی بھی زینت بنا ہو وہ لمحوں میں ختم ہو جاتی ہے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ اور حفاظت حدیث:

البانی صاحب کی علم حدیث کی خدمت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محافظ اور پاسبان بنے رہے۔ فتنۂ انکار حدیث، جدید ذہن، عقل پرستی اور مستشرقین کی جانب سے حدیث اور علوم حدیث کے تعلق سے جتنے بھی شبہات پیدا کیے گئے ان سب کے علمی انداز میں جوابات دیے، غیروں کی سازشوں کی صورت میں جو خارجی خطرات اور اپنوں کی لغزشوں کی صورت میں جو داخلی خطرات قصر سنت پر منڈلا رہے تھے، ایک ڈھال بن کر ان سب کا منہ توڑ جواب دیا، اعداء سنت کی زبانیں کاٹ دیں اور ناقدین سنت کے قلم توڑ دیے۔ ذلت و پشیمانی کے علاوہ کوئی چیز ان لوگوں کے حصے میں نہیں آئی۔

پاکستان کے کسی متعصب عالم نے مسند احمد پر بے جا اعتراضات اور شکوک و شبہات پیدا کیے، ان شکوک و شبہات کی بنیاد اس خیال پر تھی کہ مسند احمد کے راوی قطیعی نے کچھ زائد حدیثیں مسند میں داخل کی ہیں۔ چنانچہ ابن باز رحمہ اللہ نے البانی صاحب کو لکھا کہ اس اعتراض کا علمی جائزہ لے کر حقیقت واضح کریں۔ اس علمی استفسار پر البانی صاحب نے موضوع کا علمی جائزہ لیا۔ پہلے تو مسند احمد کے مرتب الساعاتی کی کتاب "الفتح الربانی" پڑھی جبکہ خود الساعاتی کا یہ خیال تھا کہ چودہ حدیثیں قطیعی کی زیادات میں سے ہیں، لیکن تحقیق کے بعد البانی صاحب اس نتیجے پر پہنچے کہ صاحب "الفتح الربانی" کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ قطیعی نے اس میں کچھ حدیثوں کا اضافہ کیا ہے۔ پھر اطمینان کے لیے آپ نے مسند احمد پڑھنی شروع کر دی اور ایک ایک سند کی علمی تحقیق کرتے ہوئے اس نتیجہ پر پہنچے کہ قطیعی نے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا، پھر آپ نے اس علمی جائزہ کو کتابی شکل دے کر "الذب الأحمد عن

مسند الإمام أحمد'' کے نام سے شائع کیا۔ چونکہ اس متعصب عالم کے تمام شکوک وشبہات کی بنیاد یہ خیال تھا کہ قطیعی نے مسند احمد میں اضافہ کیا ہے اس لیے اس خیال کے غلط ثابت ہونے سے خود بخود تمام شکوک وشبہات بے بنیاد ہو گئے۔

جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

کم علم اور ضعیف النظر محققین کا بھی تعاقب کرتے رہے جو اپنی بے بضاعتی کے باوجود میدانِ تصحیح وتضعیف میں اتر کر اپنی کم علمی کا ثبوت دیتے ہیں۔ ابن عبدالمنان نامی ایک ایسے کم نظر محقق نے تحقیق کے نام پر اپنی تصانیف میں بے شمار صحیح احادیث کو ضعیف اور ضعیف احادیث کو صحیح قرار دیا۔ اس کا تعاقب کرتے ہوئے آپ نے اپنی کتاب "النصيحة في التحذير من تخريب ابن عبد المنان لكتب الأئمة الرجيحة ومن تضعيفه لمئات الأحاديث الصحيحة" لکھی۔ البانی صاحب کے اس تعاقب کے بعد ابن عبدالمنان نے نام بدل کر اپنی کتابیں شائع کرنی شروع کر دیں لیکن البانی صاحب کی مومنانہ فراست نے اس کا بھی ادراک کر لیا اور اپنی مذکورہ بالا کتاب میں اس نام نہاد محقق سے بچے رہنے کی تلقین کی۔

بعض اہل علم اصول حدیث کے قواعد کی تطبیق میں غلطی کر جاتے ہیں تو ان سے بڑی فاش غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں۔ ایسی ہی خطرناک غلطیاں دمشق کی یونیورسٹی کے ایک پروفیسر سے ہوئیں البانی صاحب نے اپنی کتاب ''آداب الزفاف'' کے حاشیہ میں اس کو بہت بری طرح لتاڑا ہے۔

حدیث اور علوم حدیث کے تحفظ کی خاطر آپ کے علمی ردود کا ایک بہترین نمونہ "شرح العقيدة الطحاوية" (تحقيق وتخريج) "التنكيل بما في تأنيب الكوثري من الأباطيل" (تخريج وتحقيق) "صفة صلاة النبي ﷺ" (تالیف) اور ان جیسی بے شمار کتابوں کے مقدموں میں مل سکتا ہے جن میں شیخ نے موجودہ دور کی جانی مانی شخصیتوں کی علمی خیانتوں کا تعاقب کرتے ہوئے جامع مقالات لکھے ہیں۔ ثانی

الذکر کتاب کے مقدمہ میں زاہد الکوثری پر رد کرتے ہوئے ایسی جامع بات لکھی ہے کہ دو چار لفظوں میں کوثری کی علمی خیانت کا خلاصہ پیش کر دیا ہے۔ کہتے ہیں" کوثری صاحب جب حدیث اور علوم حدیث کی بات آتی ہے تو مجتہد مطلق بن جاتے ہیں اور جب فقہی مسائل اور احکام کی بات آتی ہے تو مقلد بن جاتے ہیں" جن حضرات کو کوثری صاحب کی علمی خیانت کا علم ہو گا وہ جان سکتے ہیں کہ البانی صاحب کا یہ ایک جملہ کتنی جامعیت اور معنویت رکھتا ہے۔

بہر حال ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ جب کبھی کسی نے حدیث اور علوم حدیث کے سلسلے میں شکوک و شبہات پیدا کیے، بیجا اعتراضات کیے تو البانی رحمہ اللہ نے ایک ڈھال کی طرح ہمیشہ سنت کی جانب سے دفاع کیا۔

اک ڈھال بن کے اس نے ہر ضرب ہے بچائی
جب بھی کہیں سے کوئی سنت پہ وار دیکھا

البانی رحمہ اللہ اور احیاء سنت کا پیغام:

شیخ البانی رحمہ اللہ کی علم حدیث کی خدمات کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ حدیث سے آپ کے اس قلبی لگاؤ کا اثر خود آپ کی اور پھر دوسروں کی عملی زندگی پر پڑا۔

لوگوں کے اندر اتباع سنت کا زبردست جذبہ پیدا ہوا اور نتیجہ میں کئی بھولی ہوئی سنتوں کی یاد تازہ ہو گئی اور کئی مردہ سنتیں زندہ ہوئیں۔

آپ نے سنت کی عملی تطبیق کا مثالی نمونہ پیش کیا اور مردہ سنتوں کو زندہ کر کے پندرہویں صدی میں قرون اولیٰ کی یاد تازہ کر دی۔ آپ کی زندہ کردہ سنتوں میں سے ایک اہم سنت 'خطبۃ الحاجہ' کی ہے جسے آج ہم صرف خطبۂ نکاح کے موقع پر پڑھا کرتے ہیں اور اسی وجہ سے اس کا نام بھی "خطبة النكاح" رکھ دیا ہے۔ حالانکہ اس کا شرعی نام "خطبة الحاجة" ہے۔ جو محفل نکاح کے علاوہ دروس و مواعظ اور دیگر ضرورتوں کے موقع پر پڑھا جاتا ہے۔ یہ سنت تقریباً دنیا سے مٹ چکی تھی، شیخ الاسلام البانی رحمہ اللہ نے اس کی مشروعیت

میں مستقل رسالہ لکھا اور علماء کو دعوت دی کہ وہ اپنی تحریروں اور تقریروں میں اس کا اہتمام کریں۔ الحمد للہ آج عرب ممالک میں پوری طرح اس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

عرب ممالک میں عیدین کے موقع پر نماز عید کے لیے آبادی سے باہر جانے کا رواج بہت کم ہے۔ اکثر مقامات پر لوگ مساجد ہی میں نماز عید ادا کرتے ہیں بلکہ ارض شام میں تو آبادی سے باہر جانے کا تصور تک نہیں۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس سنت کے احیاء کے لیے بھی ایک مستقل رسالہ لکھا اور خود اپنے شاگردوں کو لے کر اس کی عملی تطبیق پیش کی۔ جب پہلی مرتبہ آپ نے آبادی سے باہر باجماعت نماز عید ادا کی تو آپ کے ساتھ صرف سترہ آدمی تھے اور آج الحمد للہ دمشق کی اسی عید گاہ میں ہزاروں کا مجمع نماز عید ادا کرتا ہے۔

ماہ رمضان میں قیام اللیل کی بھی یہی بات ہے۔ دنیا بھر میں مسلمان اس کا اہتمام کرتے ہیں مگر قیام اللیل کی جو اصل روح یعنی قرأت و قیام اور رکوع و سجود کا طویل ہونا، یہ اکثر لوگوں کی نمازوں میں مفقود ہے اس طرح اس کی کمیت و کیفیت کا مسنون طریقہ بھی اکثر لوگوں سے چھوٹ چکا ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے قیام اللیل کی اس روح کو زندہ کرنے کے لیے بھی ایک مستقل رسالہ 'صلاۃ التراویح' لکھا جس میں قیام رمضان کے کم و کیف کا مسنون طریقہ ذکر کیا اور خود اپنے شاگردوں کے ساتھ اس کی عملی تطبیق کرنے لگے۔ شیخ کے شاگرد محمد عید العباسی کہتے ہیں کہ "ہم شیخ کی اقتداء میں نماز تراویح ادا کرتے، پڑھتے تو صرف آٹھ ہی رکعت تھے مگر گھنٹوں تک یہ نماز جاری رہتی۔ شیخ تضرع اور مناجات کی کیفیت میں قرأت کرتے قیام کی طرح رکوع و سجود بھی بڑے طویل ہوتے اور صحیح معنوں میں ہمیں عبادت کی لذت محسوس ہوتی۔

ایسی بے شار سنتیں ہیں جنہیں زندہ کر کے آپ نے سنت نبوی کی عظیم خدمت انجام دی ہے۔

فیصل ایوارڈ:

شیخ البانی رحمہ اللہ کی انہی عظیم خدمات کو دیکھتے ہوئے ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۹۹۹ء میں آپ کو فیصل ایوارڈ دیا گیا تھا اور آپ کی خدمات کو بہت سراہا گیا تھا۔ شیخ بنفس نفیس حاضر نہ ہو سکے تو اپنے

شاگرد کو اپنی نیابت میں بھیج دیا تھا اور شیخ کی نیابت کرتے ہوئے آپ کے شاگرد نے وہ انعام حاصل کیا تھا۔

شیخ البانی رحمہ اللہ کی دعوتی واصلاحی خدمات:

شیخ البانی رحمہ اللہ کی خدمات کا یہ دوسرا اہم پہلو ہے کہ آپ نے حدیث اور علوم حدیث کی خدمت کر کے صرف علمی کارنامہ ہی انجام نہیں دیا بلکہ لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح کر کے دعوتی اور اصلاحی میدان میں بھی بہت اونچا مقام حاصل کیا۔ ابتدا ہی سے آپ کے اندر یہ دونوں رجحانات پائے جا رہے تھے۔ اسی لیے بیس پچیس سال کی عمر میں آپ ایک طرف مکتبہ ظاہریہ میں بیٹھے علم حدیث کی خدمت کرتے نظر آتے ہیں تو دوسری طرف اطراف واکناف کی بستیوں کے دعوتی واصلاحی دورے کرتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں، بلکہ خود آپ کی گھڑی سازی کی دکان بھی اصلاحی مرکز کی حیثیت رکھتی تھی جہاں آپ کے ہفتہ واری دروس ہوا کرتے تھے۔ بدعتیوں کی جانب سے جب مشکلات پیدا ہونے لگیں تو لوگ اپنی گھڑیوں کی اصلاح کا بہانہ لے کر شیخ کے دروس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ اس طرح گھڑی سازی کی اس دکان میں شخصیت سازی بھی ہونے لگی بعد میں جب آپ کا دائرہ کار وسیع ہوا تو ملک شام کے مشہور شہر حمص "حلب" حماۃ اور ادلب وغیرہ میں بھی آپ کے دروس ہونے لگے اور جب آپ کی شخصیت عالمی سطح پر مشہور ہوئی تو آپ کی دعوت بھی عالمی اور بین الاقوامی بن گئی۔

البانی صاحب کی دعوت کا خلاصہ یہ تھا کہ امت مسلمہ کتاب وسنت کی اتباع فہم سلف کے مطابق کرے ورنہ آج اسلام کے نام پر جتنی بھی تحریکیں اور جماعتیں کام کر رہی ہیں ان سب کا یہ دعوی ہے کہ وہ کتاب وسنت ہی کو اپنا لائحہ عمل بنائے ہوئی ہیں۔ مگر جب فہم سلف کی بات آتی ہے تو یہ سب اس سے بہت دور نظر آتی ہیں۔ حقیقت میں فہم سلف کی یہ قید اتنی ضروری اور لازمی ہے کہ اسی سے نصوص شرعیہ کی غلط تاویل وتحریف کے دروازے بند ہوتے ہیں۔ اس قید کے آگے موجودہ دور کی اکثر جماعتیں اور بیشتر مفکرین ومحققین عاجز نظر آتے ہیں۔ اگر یہ

قید نہ ہو تو لوگ نصوص شرعیہ کی من مانی تاویلیں کرنے لگیں گے۔ اور بے لگام ہو کر ذاتی اغراض اور ذاتی افکار کو کتاب و سنت کی تفسیر بنا دیں گے۔

مذکورہ پیغام کو پیش کرنے کے لیے شیخ نے تحریر و تقریر دونوں کو استعمال کیا آپ کا تحریری پیغام دو سو سے زائد کتابوں میں محفوظ ہے اور آپ کا تقریری پیغام سات ہزار سے زائد کیسٹوں میں محفوظ ہے۔ ان کتابوں اور کیسٹوں میں عقائد و عبادات اور اخلاق و معاملات کا صحیح اسلامی تصور پیش کرتے ہوئے شرکیہ عقائد اور بدعیہ اعمال کی بیخ کنی کی گئی ہے۔

شیخ اپنے دروس میں اپنی دعوت کو ''تصفیہ اور تربیہ'' کے نام سے موسوم کرکے کہا کرتے تھے کہ امت کی نشاۃ ثانیہ کے لیے ان دو چیزوں کا ہونا بے حد ضروری ہے۔ تصفیہ اور تربیہ کا مطلب یہ ہے کہ عقیدہ و عبادات اور اخلاق و معاملات میں اسلام کے نام پر جو غیر شرعی رواج و رسومات اور جو غیر اسلامی تصورات مسلمانوں کے اندر پائے جا رہے ہیں ان کا تصفیہ کیا جائے اور صحیح اسلامی اصولوں پر نئی نسل کی تربیت کی جائے۔ اسی مقصد کی خاطر شیخ البانی رحمہ اللہ نے سوچا کہ لوگ ضعیف و موضوع روایات کی اساس پر اپنے فاسد عقیدوں اور خرافی خیالات کی بنیاد رکھ کر اپنے دین و مذہب کی کھوکھلی عمارتیں تعمیر کر رہے ہیں تو امت کو صحیح و ضعیف اور ثابت و موضوع کی پہچان دے کر مذہب اسلام کے نام پر بنی ان ساری کھوکھلی عمارتوں کی بنیاد ہلا کر رکھ دیں اور شرک و بدعت کے شجر خبیثہ کی جڑیں اکھاڑ کر پھینک دیں اور اس حق کے متلاشیوں سے اسلام کا صحیح تعارف کراتے ہوئے سالک راہ حق کو منزل کا صحیح پتہ دیا۔

البانی رحمہ اللہ بحیثیت مناظر:

اللہ تعالیٰ نے شیخ البانی رحمہ اللہ کو مناظرانہ صلاحیت بھی عطا فرمائی تھی۔ اگر آپ بحیثیت محدث مشہور نہ ہوتے تو دنیا آپ کو ایک اچھے مناظر کی حیثیت سے جانتی آپ کی جامع الکمالات شخصیت کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تجدید دین (اس سلسلہ میں شیخ ابن باز رحمہ اللہ کی شہادت آگے آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ) کے لیے جن صلاحیتوں اور جس علمی لیاقت و

قابلیت کی ضرورت تھی وہ سب صلاحیتیں اللہ تعالیٰ نے البانی رحمہ اللہ کی شخصیت میں ودیعت کر دی تھیں اسی لیے جب آپ اسانید پر بحث کرتے ہیں تو ایک عالی مقام محدث معلوم ہوتے ہیں، مسائل پر جب بحث ہو تو وسیع النظر فقیہ معلوم ہوتے ہیں۔ عقائد پر جب کلام ہو تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ گویا آپ اس فن کے لیے مختص ہیں جب علمی مناقشہ ہو تو آپ ایک ماہر مناظر معلوم ہوتے ہیں۔

موجودہ دور میں شیخ البانی رحمہ اللہ جس دعوت اور پیغام کو لے کر اٹھے تھے اس کے لیے فن مناظرہ میں کامل ہونا بے حد ضروری تھا۔ کیونکہ آپ کی دعوت جن اصولوں پر قائم تھی ان میں سے ایک اہم اصول یہ بھی تھا کہ شخصیت کی میزان پر حق کی جانچ نہیں ہوگی بلکہ حق کی میزان پر شخصیت کی جانچ ہوگی۔ چنانچہ اس اصول کے تحت صوفیاء و مشائخ اور مفکرین اور اصحاب مذاہب سب کے سب آپ کے آگے چیلنج بن کر آئے۔ ان سب کو مطمئن کرنے کے لیے فن مناظرہ کی اشد ضرورت تھی اور الحمد للہ کہ یہ چیز شیخ کے پاس موجود تھی۔ آپ نے قادیانیوں سے، مدعیان نبوت سے، بدعتیوں سے، اصحاب نظریات سے، اصحاب مذاہب سے اور کئی طرح کے لوگوں سے بے شمار مناظرے کیے۔ لوگ مہینوں کی تیاری کے بعد آپ کے پاس آتے اور آپ لمحوں میں انھیں چپ کر دیتے۔ خود آپ کے شاگرد محمد عید العباسی کہتے ہیں کہ ”جب ہمیں کسی مسئلہ میں شیخ سے اختلاف ہوتا تو ہم چند ساتھی موقف کی صحت کے لیے بے شمار دلائل جمع کرتے اور پھر آپ کے پاس پہنچتے، آپ تھوڑی ہی دیر میں ہمیں خاموش کر دیتے۔“ اگر مخاطب مطمئن نہ ہوتا اور اپنے موقف پر مصر ہوتا تو گھنٹوں اس سے مناظرہ کرتے۔

عرب ممالک میں ایک فرقہ ہے جو تکفیری فرقہ کہلاتا ہے۔ یہ لوگ مسلم حکمرانوں اور مسلم معاشروں کو اپنے نقطۂ نظر سے کافر سمجھتے ہیں اور خوارج کی طرح مرتکب کبیرہ ان کی نظر میں بھی کافر ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے ان لوگوں سے بھی بہت مناظرے کیے ہیں۔ شیخ کے ایک شاگرد دکتور باسم فیصل ایسے ہی ایک مناظرہ کی روداد سناتے ہوئے کہتے ہیں:

”میں بھی ابتدا میں تکفیری فرقہ سے منسلک تھا، ہم کچھ جوشیلے نوجوان تھے مسلم

معاشرے کو جاہلی معاشرہ کہہ کر کفر کے فتوے لگانا ہمارا روزانہ کا معمول تھا۔ لوگ ہم سے تنگ آکر کہا کرتے تھے کہ شیخ البانی رحمہ اللہ کو آنے دو وہ ہی تمھاری بولتی بند کر سکیں گے! ایک مرتبہ شیخ البانی رحمہ اللہ دمشق سے اردن تشریف لائے جب انھیں ہماری جماعت کا پتہ چلا تو انہوں نے ہم سے بحث و مباحثہ کی خواہش ظاہر کی۔ ہم بھی ان کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اپنے شیخ کے ساتھ جو کہ تکفیری فرقہ کا رئیس تھا، شیخ البانی رحمہ اللہ کے پاس پہنچے۔ عشاء کی نماز کا وقت تھا اذان دی گئی، جب نماز کا وقت آپہنچا تو البانی صاحب نے ہم سے پوچھا کہ نماز آپ پڑھائیں گے یا میں پڑھاؤں؟ ہم نے کہا کہ ہم تو آپ کو کافر سمجھتے ہیں اس لیے ہم ہی پڑھائیں گے۔ پھر ہمارے شیخ نے ہی امامت کی۔ نماز کے بعد گفتگو شروع ہوئی۔ ہم ایک جماعت کی شکل میں تھے اور البانی صاحب تنہا! تقریبًا رات کا آدھے سے زیادہ حصہ گزر گیا تھا اور ہم سب البانی صاحب سے مناقشہ کر رہے تھے۔ البانی صاحب کی زیادہ تر گفتگو ہمارے شیخ سے ہو رہی تھی حیرت تو اس بات پر ہے کہ ہم اپنی تکان کو دور کرنے کے لیے کبھی پیر پھیلا رہے تھے اور کبھی چل پھر رہے تھے۔ مگر البانی صاحب ابتداء مجلس سے انتہا تک ایک ہی پہلو پر بیٹھے رہے۔ جب آدھی رات سے زیادہ کا وقت گزر گیا اور گفتگو کا کوئی نتیجہ نہیں نکل سکا تو ہم البانی صاحب سے اگلی رات کا وعدہ لے کر نکل گئے۔ دن بھر ہم نے البانی صاحب کے دلائل کا توڑ جمع کیا اور اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے نئے نئے دلائل اکٹھا کیے۔ پھر جب رات ہوئی تو کل کی طرح پھر بیٹھک ہوئی اور گفتگو تقریبًا فجر سے کچھ دیر پہلے تک جاری رہی۔ جب البانی صاحب نے ہمارے دلائل کا رد پیش کر دیا اور ہماری پونجی ختم ہوتی نظر آنے لگی تو ہم تیسری رات کا وعدہ لے کر لوٹ آئے۔ تیسری رات اتنی طویل گفتگو ہوئی کہ فجر کی اذان ہو گئی اور ہمارا یہ حال تھا کہ ہم سب شکست کھا کر اپنے موقف کے غلط ہونے کے قائل ہو گئے پھر ہم سب نے توبہ کی اور البانی صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فجر کے لیے چل پڑے"۔

شیخ البانی رحمہ اللہ کی مناظرانہ صلاحیت کے تعلق سے اوپر جو کچھ لکھا جا چکا ہے یہ واقعہ اس کی تصدیق کرتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس تکفیری فرقہ کا مقابلہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے جس ثبات قدمی

کے ساتھ کیا ہے ایسا علمی مقابلہ اور ایسا علمی جواب کسی نے نہیں دیا ہے۔اسی لیے اس موضوع پر آپ کی کتاب ''فتنة التکفیر''آج بھی بڑے بڑے علماء کا مرجع ہے۔

شیخ کو کسی شعبدہ باز کے متعلق پتہ چلا کہ وہ روحوں کو حاضر کرنے کا دعویٰ کرتا ہے اور بے شمار لوگ اس سے فریب کھا رہے ہیں۔ اس کی دکان کا پتہ معلوم کر کے شیخ اس کے پاس پہنچے۔ شیخ کو دیکھتے ہی اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے اور وہ بوکھلا گیا۔ شیخ نے قریب پہنچ کر کہا، معلوم ہوا کہ تم مردوں کی روحوں کو حاضر کرتے ہو؟ وہ کہنے لگا جی ہاں! شیخ نے کہا کہ ٹھیک ہے تھوڑا امام بخاری کی روح کو بلاؤ! وہ پوچھنے لگا کہ بخاری کی روح کی کیا ضرورت ہے؟ شیخ نے کہا کہ میں ایک حدیث کے متعلق ان سے کچھ پوچھنا چاہ رہا ہوں۔ جب اس شخص نے دیکھا کہ البانی صاحب پر اس کا جادو چلنے والا نہیں ہے تو جان چھڑانے کے لیے کہنے لگا کہ آج جتنی روحیں میں نے حاضر کی تھیں وہ ختم ہو گئی ہیں، لہٰذا آپ پیر کے دن آیئے! چونکہ مقصود اس فتنے کا خاتمہ تھا اس لیے پیر کے دن وعدے کے مطابق شیخ البانی صاحب اس مقام پر پہنچ گئے وہاں پہنچ کر دیکھا تو اس جگہ نہ اس کی دکان تھی اور نہ ہی اس کا مکان! جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا.

بہرحال شیخ ایک ماہر مناظر تھے آپ بڑی دلجمعی اور ثبات قلبی کے ساتھ مناظرہ کیا کرتے تھے۔ عینی شاہدوں کا کہنا ہے کہ بڑے بڑے علماء شیخ البانی رحمہ اللہ سے مناظرہ کرتے ہوئے شیخ کے آگے طفل مکتب معلوم ہوتے تھے بلکہ بسا اوقات ہمیں ان کی حالت زار پر رحم آنے لگتا۔

البانی رحمہ اللہ اور مخالفتوں کا طوفان:

شیخ البانی رحمہ اللہ کی دعوت اور آپ کا پیغام کوئی نیا اور انوکھا پیغام نہیں تھا بلکہ وہ صدیوں کا بھولا ہوا سبق تھا مگر لوگوں کے لیے آپ کی دعوت ''النَّاسُ أَعْدَاءٌ لِّمَا جَهِلُوا'' کے تحت ایک اچھنبا معلوم ہونے لگی اور جنھیں آپ کے حق بجانب ہونے کا علم تھا، انہوں نے محض تعصب کی بنا پر آپ کی مخالفت کی۔

شیخ کے مخالفین میں ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی تھی جنھیں البانی صاحب نے مناظروں میں بری طرح پچھاڑ دیا تھا۔ مناظروں میں اپنی شکست کی جو بھڑاس ان کے دلوں میں باقی رہ گئی تھی اس کا اظہار انہوں نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں شیخ کی مخالفت کر کے کیا۔

بعض لوگوں نے آپ کی مخالفت کے سلسلے میں وجہ جواز پیدا کرنے کے لیے ان مسائل کو بنیاد بنایا جن میں شیخ البانی رحمہ اللہ اپنی منفرد رائے رکھتے ہیں۔ حالانکہ اس سے مخالفت اور طعن تشنیع کے لیے بھی وجہ جواز نہیں نکالی جا سکتی کیونکہ جن جن مسائل میں شیخ اپنی منفرد رائے رکھتے ہیں ان تمام مسائل میں سلف میں سے کسی نہ کسی نے وہ رائے ضرور رکھی ہے اور جب تک صحیح دلیل کی بنیاد پر ایک مجتہد اپنے کسی اجتہاد میں منفرد ہوتا ہے تو شرعی نقطۂ نظر سے اس کو برا بھلا نہیں کہا جا سکتا بلکہ اگر وہ اپنے اجتہاد میں حق بجانب نہ ہو تب بھی وہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ ورنہ علماء سلف رحمۃ اللہ علیہم میں کون ایسا ہے جس نے کسی نہ کسی مسئلہ میں اپنی منفرد رائے نہ رکھی ہو اس کے باوجود ہم ہر ایک کا نام اس احترام سے لیتے ہیں کہ ان کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ کا نہ آنا بھی ان کی شان میں گستاخی تصور کرتے ہیں۔ پھر کیا بات ہے کہ البانی بھی کسی مسئلے میں صحیح دلیل کی بنیاد پر اپنی منفرد رائے رکھتے ہوں تو انہیں آزاد خیال یا ایسے ہی گستاخانہ القاب سے نوازا جاتا ہے! یہ تو انتہائی تعصب اور تنگ نظری کا ثبوت ہے۔ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ.

بعض لوگوں نے مناظروں میں آپ کی سخت کلامی یا آپ کے گرم انداز تحریر کو بہانہ بنا کر آپ کی شخصیت پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی ہے حالانکہ جن لوگوں نے آپ کی تحریروں کو پڑھا ہے یا آپ کے دروس کو سنا ہے وہ بہتر جانتے ہیں کہ شیخ کا عموی انداز سنجیدہ اور علمی ہوا کرتا تھا۔ سخت کلامی کی نوبت اس وقت پیش آتی جب مخاطب اپنے ذاتی اغراض یا اپنی ذاتی رائے کو حق ثابت کرنے کے لیے علمی گفتگو سے ہٹ کر بے کار کی باتیں کرنے لگتا یا جب کوئی صاحب قلم ایسی فاش غلطی کر جاتا کہ جس کے صدور کا امکان اس جیسے صاحب علم سے محال ہوتا ہے۔

ظاہر بات ہے کہ ایسی صورت میں تحفظ حدیث کی خاطر سنت نبوی کے اس محافظ و رقیب کی آواز میں گرج اور انداز تحریر میں گرمی کا پیدا ہونا، اس کی ایمانی غیرت اور دینی حمیت کا تقاضا ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ کی بے جا مخالفت میں بعض ہندوستانی علماء بھی پیش پیش رہے ہیں، کیونکہ شیخ کا تعلق تقلیدی گھرانے سے تھا پھر تقلید کو ترک کر کے محدثین کے نقش قدم پر چلنے لگے تھے اور اپنی تحریروں میں جگہ جگہ تقلید شخصی پر ضرب بھی لگائی ہے اور اس سلسلے میں ہندوستانی علماء سے بحث و مباحثے اور گفتگو و مناظرے بھی ہوئے ہیں جس کی وجہ سے دنیا بھر میں تقلید شخصی اور شخصیت پرستی کا بازار سرد پڑ رہا تھا اسی لیے آج ہندوستانی علماء میں سے بعض کو شیخ سے اتنی نفرت ہے کہ آپ کی خدمات کا اعتراف تو درکنار آپ کا نام تک سننا انہیں گوارا نہیں!

دیوبندی مکتب فکر کے ایک بڑے عالم مولانا حبیب الرحمن اعظمی مرحوم نے شیخ البانی رحمہ اللہ کے رد میں ایک کتاب لکھی جس کا نام تھا ''الألباني شذوذه و أخطاؤه'' ملک اور بیرون ملک اس کتاب کی بڑی تشہیر کرائی گئی۔ اس لیے نہیں کہ وہ حق کی حمایت میں لکھی گئی تھی بلکہ صرف اس لیے کہ یہ شیخ البانی رحمہ اللہ کے رد میں تھی۔ اس کتاب کے مولف نے کئی مسائل میں شیخ البانی رحمہ اللہ پر استدراک کیا تھا ان مسائل کا ایک بڑا حصہ ایسا تھا جن میں حق شیخ البانی رحمہ اللہ کے ساتھ تھا اور کچھ مسائل ایسے بھی ضرور تھے جن میں حق مولف کے ساتھ تھا اور تیسری قسم ان اعتراضات اور استدراکات کی تھی جن کا علمی دنیا میں کوئی مقام اور کوئی حیثیت نہیں تھی بلکہ صاف معلوم ہوتا تھا کہ محض دل کی بھڑاس نکالی گئی ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ کے دو شاگردوں علی حسن حلبی اور سلیم الہلالی نے فوراً اس کے جواب میں ایک کتاب لکھی جس کا نام تھا ''الرد العلمي على حبيب الرحمن الاعظمي'' ان حضرات نے اپنی کتاب میں مسائل کا علمی جائزہ لیا ہے۔

ایک مرتبہ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کو ملک شام کا سفر در پیش ہوا وہ سیدھے شیخ البانی رحمہ اللہ کے گھر پہنچے اور تین دن تک آپ ہی کے مہمان رہے شیخ نے مہمان نوازی میں کوئی

کسر اٹھا نہیں رکھی۔ تین دن بعد مولانا نے جب دمشق جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو اتفاق سے شیخ کو بھی اس وقت دمشق جانے کی ضرورت پیش آگئی، مولانا کا سفر شیخ کے ساتھ آپ ہی کی گاڑی سے ہوا، شیخ البانی رحمہ اللہ کے کچھ شاگرد بھی شریک سفر تھے، دوران سفر شیخ کے شاگردوں نے شیخ کے رد میں لکھی ہوئی کتاب کا ذکر کرتے ہوئے چند مسائل کے متعلق سوال کیا تو مولانا اعظمی رحمہ اللہ کہنے لگے کہ شیخ کی موجودگی میں میں کیا کہہ سکتا ہوں، اس طرح جو بھی سوال کیا جاتا مولانا شیخ ہی کا حوالہ دیتے اور شیخ البانی جو بھی کہتے اس کی تصویب کرتے ہوئے سر ہلاتے۔ اسی طرح علمی اور تحقیقی گفتگو کرتے ہوئے خوشگوار ماحول میں دمشق کی مسافت طے ہوئی۔

شیخ البانی رحمہ اللہ کہا کرتے کہ "مجھے بہت ہی حیرت و استعجاب ہے کہ اپنی کتاب میں میرے خلاف اس قدر زہر افشانی کرنے کے باوجود وہ کس طرح میرے گھر میں تین دن تک مہمان رہے۔" بعض دفعہ تو شیخ بڑے دکھی ہو کر فرماتے تھے کہ میں ایک مظلوم انسان ہوں مجھ پر حسد کی آگ میں تپے ہوئے مدعیان علم و حق نے بے وجہ الزام تراشیاں کی ہیں۔

شیخ البانی رحمہ اللہ اور قید و بند کی صعوبتیں:

داعیٔ حق کی راہ میں دار و رسن کا مرحلہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ حقیقت میں اس کی کامیابی کی دلیل اور اس کے اخلاص و ایمان کا امتحان ہے۔ علمائے سلف کی طرح نمونۂ سلف البانی کو بھی اس کٹھن مرحلہ سے کئی مرتبہ گزرنا پڑا۔ اب یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ کیوں اور کس وجہ سے آپ کو جیل جانا پڑا تھا کیونکہ ظلم و جبر کی تاریخ کا یہ قدیم اصول ہے کے "لَئِنِ ٱتَّخَذْتَ إِلَٰهًا غَيْرِى لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ ٱلْمَسْجُونِينَ۔"

مخالف علماء نے جب دیکھا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ کی دعوتی سرگرمیوں کی وجہ سے ان کا بازار سرد پڑ رہا ہے اور ان کی اونچی پگڑیوں اور لمبے جبوں کے عقیدت مند بھی اب انہیں نہیں پوچھ رہے ہیں تو انہوں نے حکمرانوں کے در پر دستک دی اور البانی رحمہ اللہ کے خلاف ان کے کان بھرنے شروع کر دیے، نتیجہ میں کئی دفعہ البانی صاحب کو جیل جانا پڑا اور قید و بند کی صعوبتیں

جھیلنی پڑیں، لیکن حکمرانوں کی بھی یہ کیسی نادانی ہے کہ وہ داعیٔ حق کو جیل کی چہار دیواری میں قید کر کے یہ سمجھتے تھے کہ ہم نے اس کی دعوت اور اس کی آواز کو بند کر دیا ہے حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ جیل کی تاریک اور تنگ کوٹھری ہی اس کی روشن فکری اور علمی وسعت کے لیے بہترین میدان ہے جہاں اس کی قوت فکر ایسے افکار کو جنم دیتی ہے کہ کھلی اور آزاد فضا میں رہنے والے عش عش کرنے لگتے ہیں:

بیکار ڈراتے ہو مجھے قید ستم سے

واں روح وفا اور بھی آزاد رہے گی

شیخ البانی رحمہ اللہ نے اپنی ایک شاہکار تالیف "مختصر صحیح مسلم" جیل ہی میں لکھی تھی۔ تصنیف و تالیف کے علاوہ جیل میں جو دوسرے علماء بند تھے ان سے علمی مناقشے بھی ہوا کرتے تھے اور بھی وہ خود آگے بڑھ کر شیخ سے استفسارات کیا کرتے تھے۔ پنج وقتہ نمازیں بھی پابندی سے پڑھا کرتے تھے۔ پہلے تو آپ کو آپ کے پانچ ساتھیوں کے ساتھ ایک بہت ہی تنگ کمرے میں بند کر دیا گیا تھا جہاں پوری آزادی کے ساتھ رکوع و سجود ناممکن تھے۔ اس لیے وہاں اشاروں سے نماز پڑھا کرتے تھے۔ پھر جب ایک دوسرے وسیع کمرے میں منتقل کر دیا گیا تو وہاں باقاعدہ باجماعت نماز بھی شروع کر دی۔ یہاں یہ بات ذہن نشین کرنے کی ہے کہ اس موقع پر شیخ البانی رحمہ اللہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا رول ادا کرتے نظر آتے ہیں۔ جنہیں آج سے سات صدی قبل اسی جیل خانے میں بند کیا گیا تھا اور انہوں نے بھی باجماعت نماز کا اہتمام کیا تھا۔ پھر شعراء کا شیخ البانی کو "ابن تیمیہ القرن العشرین" کہنا بھی کتنا حق بجانب نظر آتا ہے کہ دونوں سرزمین شام ہی کے رہنے والے تھے۔ اس طرح دونوں کے درمیان تین بنیادی مشابہتیں صاف طور پر نظر آتی ہیں، اتحاد ارض و مقام، اتحاد دعوت و پیغام اور اتحاد عاقبت و انجام، بس فرق اتنا ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا انتقال جیل ہی میں ہو گیا تھا جبکہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے جیل سے رہا ہو کر کئی سال آزادانہ زندگی بھی گزاری تھی مگر کیا حقیقت میں لوگوں نے آپ کو آزادانہ زندگی گزارنے کا موقع دیا؟ نہیں ہرگز نہیں، جیل سے

نکلنے کے بعد دنیا بھی آپ کے لیے جیل خانہ بن گئی، لوگوں نے آپ کو بہت تنگ کیا، بہت ستایا، یہاں تک کہ آپ کئی دفعہ ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے لیکن اللہ کی خاطر ہجرت کیے ہوئے مظلوم بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ "وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً" استقرار و تمکینی کا یہ بھی ایک مثالی نمونہ ہے کہ آج دنیا جس طرح ابن باز رحمہ اللہ کو پہچانتی ہے بالکل اسی طرح شیخ البانی رحمہ اللہ کو بھی جانتی ہے جہاں کہیں ابن باز رحمہ اللہ کا ذکر خیر ہو وہاں البانی رحمہ اللہ کا بھی ذکر جمیل ہوا کرتا ہے حالانکہ ابن باز رحمہ اللہ کی پوری ایک سلطنت اور حکومت پشت پناہ تھی جبکہ البانی رحمہ اللہ ان ظاہری اسباب و وسائل سے نہتے تھے مگر جس نبی کی شان رب العالمین نے ''وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ'' کہہ کر بلند کی اس نبی کی سنت کے اس خادم کی شان بھی اس قدر بلند ہوئی کہ آج عالم اسلام کی معتبر یونیورسٹیوں میں وہ بحث اور وہ رسالہ نامکمل اور ناقص سمجھا جاتا ہے جس میں احادیث کی تخریج کرتے ہوئے باحث البانی رحمہ اللہ کا فیصلہ نقل نہ کرے، اس لیے آج ہر باحث حدیث کی تخریج کرتے ہوئے صححه الألباني. حسنه الألباني اور ضعفه الألباني لکھنے کو علمی امانت اور رسالہ کی علمی حیثیت اور اہمیت میں اضافہ تصور کرتا ہے۔ یہ تو دنیا کی شان ہوئی آخرت کا اجر تو اور بہت بڑا ہوگا ان شاء اللہ "وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ"، "لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ" کاش دنیا اس حقیقت کو جانتی!

شیخ البانی رحمہ اللہ اپنی صفات کے آئینے میں

التزام بالدین اور تمسک بالسنہ:

شیخ البانی رحمہ اللہ کی سب سے نمایاں صفت آپ کا دین سے مضبوط تعلق اور اتباع سنت کا غیر معمولی جذبہ ہے۔ مشکل سے مشکل وقت میں بھی جزئیات دین اور سنتوں سے آپ کا یہ تعلق قطع نہ ہوتا، جس چیز کو دین سمجھ لیا اس کے اظہار اور اس پر عمل پیرا ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت انھیں نہیں روک سکتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے جو عملی شواہد آپ کی کتاب بے زندگی میں موجود ہیں شاید ہی عصر حاضر کی کوئی اور شخصیت اتنے عملی شواہد پیش کر سکے۔ یقیناً اتباع سنت کے جذبہ سے سرشار ہونے والے ہزاروں علماء آج بھی موجود ہیں لیکن صحابہ کرام میں اتباع سنت کے معاملے میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کا جو مقام تھا وہ مقام معاصر علماء میں البانی رحمہ اللہ کا ہو سکتا ہے۔

شیخ کے شاگرد محمد عید العباسی کہتے ہیں کہ شیخ باقاعدہ ہماری نمازوں کی اصلاح کیا کرتے اور ایک ایک حرکت میں مسنون طریقہ سکھاتے یہاں تک کہ ہماری نمازیں اوروں کے لیے شیخ کے شاگرد ہونے کی علامت بن گئیں۔

خطبۃ الحاجۃ، کیفیت قیام رمضان اور نماز عید کے لیے عید گاہ جانا، یہ اور ایسی بے شار سنتیں ہیں جنھیں شیخ نے علمی اور عملی طور پر زندہ کیا، زندگی کی ایک ایک حرکت میں طریقۂ نبوی کا پاس ولحاظ رکھتے یہاں تک کہ کہنے والوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ البانی کی محبت سنت نبوی سے محبت کی علامت ہے۔

شیخ کے التزام بالدین کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ کسی مجبور انسان کی سفارش کر کے آپ نے اسے کسی کمپنی میں کام دلا دیا۔ چند دن بعد وہ شخص شیخ کی خدمت میں

زیتون لے کر حاضر ہوا کہ یہ میری جانب سے آپ کے لیے ہدیہ ہے، شیخ رحمہ اللہ نے یہ کہہ کر ہدیہ قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ اس کا کھانا میرے لیے جائز نہیں ہے۔ پھر یہ حدیث پیش کی "مَنْ شَفَعَ شَفَاعَةً وَأَهدِى لَهُ هَدِيَّةٌ فَقَبِلَهَا فَقَدْ أَتىٰ بَابًا مِنَ الرِّبَا"۔

شیخ کے التزام بالدین کا ایک حیرت انگیز واقعہ بیان کرتے ہوئے شیخ کے شاگرد علی حمد خشان لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ سفر میں تھے۔ جدہ اور مدینہ کے درمیان گاڑی حادثہ کا شکار ہو کر پلٹ گئی، شیخ البانی رحمہ اللہ ٹھیک گاڑی کے نیچے آ گئے اس طرح کہ زیادہ خطرہ آپ ہی کو تھا لوگ پریشانی کے عالم میں "یاستار یاستار" کہتے ہوئے ادھر ادھر دوڑنے لگے۔ لوگوں کی اس آواز کو سن کر شیخ البانی رحمہ اللہ جو کہ گاڑی کے بالکل نیچے آ چکے تھے کہنے لگے "لوگو! "یا ستار" مت کہو بلکہ "یاستیر" کہو کیونکہ "ستار" اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے نہیں ہے!" شیخ کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی صفت "ستر" کے لیے حدیث میں "ستیر" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے س۔ت۔ار کا نہیں! چنانچہ صحیح حدیث ہے "إن اللهَ حَيِيٌّ سِتِّيرٌ يُحِبُّ السِّتْرَ" لہٰذا حدیث میں صفت "ستر" کے لیے "ستیر" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے تو اس کو چھوڑ کر "ستار" کہنا درست نہیں!

سبحان اللہ! عزیمت کا کیسا مقام بلند ہے یہ! استقامت و ثابت قدمی کی کیسی نادر مثال ہے یہ کہ ایک ایسے وقت میں جہاں رخصتوں پر عمل کرنا بھی بڑی عزیمت کی بات ہے عزیمت کی اس چٹان اور صابر و ثابت اس انسان کا کردار دیکھیے کہ نفسی نفسی کے اس عالم میں بھی شرعی معاملے میں معمولی سی لفظی غلطی کا سننا بھی اس کی برداشت سے باہر ہے۔ اور وہ فوراً اس پر انکار و استدراک کرتا ہے، کردار کی اس عظمت کے آگے محبت رسول کے وہ دعوے کتنے مضحکہ خیز معلوم ہوتے ہیں کہ جن کے دعویدار محبت رسول کا دم تو بھرتے ہوں ساقیٔ کوثر اور شافع محشر کے ترانے تو پڑھتے ہوں، اسم مبارک کو سنکر انگشت شہادت کو چومتے ہوں، اسم مبارک کے ساتھ القاب و اسماء کی لمبی قطار بھی لگاتے ہوں، سیرت رسول کے عنوان پر گھنٹوں تقریر بھی کرتے ہوں مگر جب اتباع و اطاعت کی بات آئے تو "إِنَّا وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا

عَلٰٓی اٰثٰارِھِمۡ مُّھۡتَدُوۡنَ" کی روش اختیار کرتے ہوں ! محبت رسول کے ایسے ہزاروں دعویدار اس عظیم انسان کی اس ایک ادا پر قربان و نثار ہو سکتے ہیں۔

تواضع وانکساری:

تواضع وانکساری بھی آپ کے نمایاں اوصاف میں سے ہے، بہت کچھ ہوتے ہوئے بھی خو دکو کچھ نہ سمجھتے تھے۔ "فَإِنَّنِي طُوَيۡلِبُ عِلۡمٍ "کہ میری حیثیت تو بس ایک ابتدائی طالب علم کی سی ہے۔ سادگی آپ کا شیوہ تھی، تکلف سے بہت دور تھے، جب آپ کی دعوتی سرگرمیوں کا آغاز ہوا تو آپ سائیکل پر سوار ہو کر دعوت و تبلیغ کے لیے جایا کرتے تھے حتی کہ ایک اخبار والے نے مزاحیہ خبروں میں شیخ کا ذکر کیا تھا کہ دمشق میں ایک مولانا رہتے ہیں جو سائیکل پر سوار ہو کر تبلیغ کے لیے جایا کرتے ہیں ! آپ کی اپنی موٹر کار بھی تھی جب اس میں کوئی خرابی پیدا ہو جایا کرتی تھی تو خود ہی اس کی اصلاح کر لیتے، جس وقت جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں بحیثیت مدرس تھے تو حرم جاتے ہوئے اپنی گاڑی میں گنجائش بھر طلبہ کو بھی ساتھ لے لیتے۔ آپ کے شاگردوں میں سے جب کوئی بیمار ہو جاتا تو خود اس کے گھر جا کر بیمار پرسی کیا کرتے تھے۔

جب آپ ہجرت کرتے ہوئے عمان منتقل ہوئے تھے تو وہاں کے خوشحال لوگوں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ ہمارے محلے میں قیام فرمائیں ! آپ نے اس پیش کش کو منظور نہ کیا بلکہ غریبوں اور مسکینوں کے محلے میں سکونت اختیار کرنے کو ترجیح دی۔

مدح وستائش کو سخت ناپسند کرتے تھے، اسی لیے ملک شام سے باہر کا سفر آپ نے بہت کم کیا ہے۔ پاکستان اور بنگلہ دیش کے اہل حدیث حضرات نے بارہا آپ کو دعوت دی مگر آپ معذرت کرتے رہے۔ مجبور ہو کر انھوں نے شیخ کے شاگرد دکتور عاصم القریوتی سے درخواست کی کہ وہ شیخ کو دورۂ پاکستان کے لیے رضامند کر لیں، شیخ قریوتی کہتے ہیں کہ میں نے اصرار پر اصرار کیا مگر شیخ نے معذرت کر دی کہ اگر میں وہاں جاؤں گا تو یہ لوگ خواہ مخواہ میرے تعلق سے مبالغہ آمیز الفاظ کہیں گے جنہیں میں سن نہیں سکتا۔

اس طرح آپ زندگی بھر ریا نمود سے بہت دور رہے، انکساری کا یہ عالم کہ لاکھ احتیاط کے باوجود جب کسی کی زبان سے تعریفی کلمات سن لیتے تو فوراً صدیق اکبر کی طرح یہ دعا کرنے لگتے "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ خَيْرًا مِمَّا يَظُنُّونَ وَاغْفِرْ لِيْ مَا لَا يَعْلَمُوْنَ وَلَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا يَقُوْلُوْنَ."

یہ تواضع وانکساری کا بہت اونچا مقام ہے جس پر شیخ البانی رحمہ اللہ فائز تھے۔ ہر کس و ناکس کے ظرف میں اتنی وسعت نہیں ہوتی کہ وہ دین کی اتنی عظیم خدمت کرنے کے باوجود اتنی منکسر مزاجی کا ثبوت دے ورنہ انانیت اور خود پسندی کی دنیا کا دستور یہی ہے کہ یہاں کام سے بڑا نام ہوا کرتا ہے!

رقت قلبی:

شیخ البانی رحمہ اللہ دین کے معاملے میں جتنے سخت تھے دوسرے معاملات میں اتنے ہی نرم اور رقیق القلب تھے۔ جب شیخ ابن باز رحمہ اللہ کی وفات کی خبر پہنچی تو بے ساختہ آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور گہرے دکھ کے ساتھ فرمایا "إِنَّا لِلّٰهِ وإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، اللّٰهُمَّ اؤجُرْنِيْ فِي مُصِيْبَتِي وَاخْلُفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا" پھر فرمایا اللہ کی رحمت ہو ابن باز پر کہ وہ چوٹی کے عالم تھے اللہ تعالیٰ جنت الفردوس کو ان کا ٹھکانا بنائے" پھر عربی شعر کے اس مصرع پر اپنی بات ختم کی۔

وَفِي اللَّيْلَةِ الظَّلْمَاءِ يُفْتَقَدُ البَدْرُ

نماز تراویح میں قرآن پڑھتے ہوئے رو پڑتے یہاں تک کہ آپ کے مقتدی بھی رونے لگتے۔ ایک مرتبہ سورۂ مومن کی تلاوت کر رہے تھے جب اس آیت "وَيَا قَوْمِ مَا لِي أَدْعُوكُمْ إِلَى النَّجَاةِ وَتَدْعُونَنِي إِلَى النَّارِ" پر پہنچے تو رو پڑے، کبھی کبھی درس دیتے ہوئے بے ساختہ رو پڑتے۔

زہد و عبادت:

شیخ البانی رحمہ اللہ کی شخصیت صرف علمی شخصیت ہی نہیں تھی بلکہ جس طرح آپ اپنے علم میں سلف کا نمونہ تھے اسی طرح اپنے عمل میں بھی بڑے بڑے زاہدوں اور عابدوں کا نمونہ

تھے، قرآن مجید کی تلاوت بڑے سوز کے ساتھ کیا کرتے تھے درس میں جب بھی اس حدیث کا تذکرہ آتا جس میں ان تین آدمیوں کا ذکر ہے جن سے جہنم بھڑکائی جائے گی تو اس میں عالم کا ذکر کرتے ہوئے رونے لگتے یہاں تک کہ پوری محفل پر افسردگی کا سماں چھا جاتا۔

شیخ کے شاگرد سمیر زہیری کی روایت کے مطابق آپ نے اپنی زندگی میں تیس سے زائد حج کیے ہیں، ارض حرم سے دور ملک شام میں رہتے ہوئے ہر سال عمرہ کرنے کی کوشش کر تے، موقع ملنے پر سال میں دو دو عمرے بھی کر لیتے، شیخ زہیری کا کہنا ہے کہ جب سے میں نے شیخ کو جانا ہے کبھی آپ سے جمعرات اور پیر کے دن کا روزہ چوکتے ہوئے نہ دیکھا، جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوتے تو امام کے منبر پر جانے تک برابر نفل نمازیں پڑھا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ اپنی موٹر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور اس نے حیرت و استعجاب سے آپ سے سوال کیا: کیا آپ ہی شیخ البانی ہیں، جن کا لوگ تذکرہ کرتے ہیں؟ بس اتنا سننا تھا کہ آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔ پوچھا گیا کہ اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ تو کہنے لگے کہ آدمی کو چاہیے کہ وہ لوگوں سے اپنی تعریف سن کر پھول نہ جائے بلکہ جہاں تک ہو سکے اسے اپنے نفس سے مجاہدہ کرنا چاہیے۔

دنیا سے بس ضرورت بھر تعلق رکھا، اسی لیے جب گھڑی سازی کر رہے تھے تو صرف تین گھنٹے یہ کام کرتے اتنی دیر میں جو بھی مل جاتا اس پر قناعت کر لیتے اور باقی وقت علم حدیث کی خدمت میں لگا دیتے، خوددار انسان تھے دنیا دار نہیں!

جود و کرم:

شیخ البانی رحمہ اللہ کے پاس حاتم کی دولت نہ سہی مگر حاتم کا دل ضرور تھا۔ شیخ کے شاگرد ابو عبد الرحمن محمد الخطیب کہتے ہیں کہ میں نے شیخ کے گھر میں چھ سال گزارے ہیں اور اس درمیان شیخ کے جود و سخا کے بے شمار واقعات دیکھنے کو ملے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک بیمار شخص شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے پندرہ انجکشن لینے ہیں، اور ہر ایک انجکشن کی قیمت

بیس دینار ہے لہٰذا آپ میری مدد کریں۔ شیخ نے معاملے کی تحقیق کی جب پہ چلا کہ یہ شخص سچا ہے تو اسے اس کی مطلوبہ رقم دے دی۔

شیخ محمد الخطیب آگے کہتے ہیں کہ جب میں اپنے گھر کی تعمیر کر رہا تھا تو مجھے پیسوں کی ضرورت پیش آئی، میں نے شیخ سے کچھ مانگنا کچھ مناسب نہ سمجھا۔ میری نظر ایک دولتمند پر پڑی جسے شیخ اچھی طرح جانتے تھے۔ میں نے شیخ کی اہلیہ محترمہ سے کہا کہ وہ شیخ سے کہیں کہ اس مالدار شخص سے سفارش کر کے میری ضرورت پوری کرادیں، دوسرے دن جب میں شیخ کے پاس پہنچا تو شیخ نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا کہ تم میرے ذریعہ سے فلاں مالدار کے پاس قرض لینا چاہتے ہو میں نے کہا کہ ہاں! یہ سن کر شیخ نے کہا کہ اس دولتمند سے زیادہ یہ میرا حق ہے کہ میں تمھاری مدد کروں۔ پھر شیخ نے مجھے مطلوبہ رقم فراہم کر دی۔

زندگی کے آخری ایام میں جب کہ شیخ بیمار تھے، ایک خاتون یہ شکایت لے کر آپ کی خدمت میں پہنچی کہ اس نے بینک سے نو ہزار دینار بطور قرض لیے تھے اب سود اتنا بڑھ چکا ہے کہ ادائیگی قرض کی سکت اس کے اندر نہیں ہے۔ شیخ نے عادت کے مطابق پہلے معاملے کی تحقیق کرائی، جب پتہ چلا کہ وہ عورت سچی ہے تو شیخ نے اس کی ضرورت پوری کر دی۔ عورت اپنے لڑکوں کے ساتھ آئی اور شیخ کا شکریہ ادا کر کے آپ کو دعائیں دے کر رخصت ہوئی، اس کے جانے کے بعد شیخ نے فرمایا ”واللہ! دل میں کبھی تمنا ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دولتمند بنادے اور میں سود کی گرفت میں آئے ہوئے ایسے ہزاروں انسانوں کو آزاد کراتا رہوں“۔

انصاف پسندی:

شیخ رحمہ اللہ کی ایک اہم صفت انصاف پسندی ہے، دنیا میں معصوم کون ہے! عصمت تو صرف انبیا علیہم السلام کا خاصہ ہے۔ انبیاء کے علاوہ کسی بھی انسان سے غلطیوں اور خطاؤں کا سرزد ہونا ناممکن نہیں ہے۔ کسی عام انسان سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اسے غلطی کو تسلیم کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی مگر جب کسی بڑے انسان سے کوئی غلطی ہو جائے تو وہ غلطی

کے اعتراف کو اپنے مقام و مرتبہ کے خلاف تصور کرتا ہے، اسی لیے بڑے لوگ اپنی غلطی آسانی سے تسلیم نہیں کیا کرتے، لیکن شیخ البانی رحمہ اللہ کا معاملہ ایسا نہ تھا، وہ ہر وقت کسی بھی قسم کی تنقید اور کسی بھی طرح کے اعتراض کو سننے اور قبول کرنے کے لیے تیار رہتے مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ تنقید علمی اور اعتراض مدلل ہو۔

اسی لیے بہت سے لوگ بذریعہ مراسلت بھی مسئلے میں اختلاف کرتے اور دلیل کی روشنی میں اپنے موقف کا اظہار کرتے ہوئے نظر ثانی کرنے کی گزارش کرتے۔ جب شیخ کے پاس اس کا جواب ہوتا تو آپ اس کا جواب تحریر کر دیتے لیکن اگر معترض کا اعتراض صحیح ہوتا تو نہ صرف اپنی بات سے رجوع کرتے بلکہ کتاب کے اگلے ایڈیشن میں مسئلہ معترض علیہا پر حاشیہ بڑھاتے ہوئے اس شخص کا نام بھی ذکر کر دیتے جس نے خط لکھ کر آپ سے اس مسئلے میں نظر ثانی کرنے کی درخواست کی تھی پھر اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس کے حق میں دعائیہ کلمات لکھتے۔ چاہے وہ معترض چھوٹا ہو یا بڑا، شیخ کا جانا پہچانا ہو یا انجانا۔ آپ کی انصاف پسندی یقیناً مثالی تھی۔

شیخ کی کتاب "صفه صلاة النبي ﷺ" میں شیخ سے ایک لفظی غلطی ہو گئی تھی، شیخ بکر ابو زید نے شیخ کی توجہ اس جانب مبذول کرائی شیخ نے نہ صرف یہ کہ اپنی غلطی تسلیم کی بلکہ اپنی غلطی کے اعتراف میں یہ الفاظ لکھے "هذا والله منتهى الغفلة" کہ جو غلطی مجھ سے ہوئی وہ غفلت کی انتہا ہے۔ پھر شیخ بکر ابو زید کا نام ذکر کر کے آپ کا شکریہ ادا کیا۔

ایسا معاملہ زیادہ تر احادیث کے سلسلے میں پیش آتا۔ مثلاً شیخ تحقیق و جستجو کے بعد کسی حدیث پر حسن ہونے کا حکم لگاتے، جبکہ اس حدیث کے لیے کوئی شاہد یا کوئی متابع حدیث ہوتی تو وہ حدیث "صحيح لغيره" ہوتی مگر چونکہ ایسی کوئی متابعت شیخ کی نظر سے گزری نہ ہوتی یا آپ کو یاد نہ ہوتا اس لیے آپ صرف حسن ہونے کا حکم لگاتے، پھر کتاب کی اشاعت کے بعد اس حدیث کے لیے کوئی شاہد یا کوئی متابع حدیث مل جاتی، چاہے خود البانی صاحب کو ملے یا کوئی دوسرا آپ کو اس کا حوالہ دے تو کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں حدیث مذکور کے

پہلے حکم سے رجوع کرتے ہوئے اس کے "صحیح لغیرہ" ہونے کا حکم لگاتے۔ اپنی غلطیوں کا اس طرح اعتراف اور دوسروں کے فضل کا اقرار آپ کی انصاف پسندی کی واضح دلیل ہے۔ اور ساتھ ہی آپ کے اخلاص کی بھی بڑی دلیل ہے اسی لیے قرآن نے تقویٰ کو عدل کا لازمہ قرار دیا ہے۔ "اعدلوا هو أقرب للتقوى"

مگر افسوس کہ متعصب حضرات کو یہ خوبی بھی برائی نظر آئی اور یہ حسن بھی ایک عیب نظر آیا۔ چنانچہ شیخ کے مخالفین نے شیخ کے اس تصرف کو وجہ طعن بنالیا اور آپ کو قلت علمی اور ناتجربہ کاری کا الزام دینے لگے۔ حالانکہ یہ تصرف اگر قلت علمی اور ناتجربہ کاری کی دلیل ہے تو پھر یہ لوگ علماء سلف جن میں سر فہرست ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم آتے ہیں ان کے متعلق کیا کہیں گے کہ ایک ہی مسئلے میں، ایک ہی امام کے کئی کئی اقوال کتب فقہ میں موجود ہیں، کبھی کسی چیز کو جائز کہا تو دوسرے وقت میں اسی کو ناجائز قرار دیا، کسی چیز پر کبھی سنت کا حکم لگایا تو کبھی وجوب کا حکم! بلکہ امام شافعی رحمہ اللہ نے تو مصر جانے کے بعد اپنے بہت سارے فتووں سے رجوع کر لیا تھا اس لیے اکثر مسائل میں امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قول نظر آتے ہیں۔ مذہب قدیم میں ایک رائے ہے تو مذہب جدید میں دوسری رائے ہے! تو کیا ائمہ کا یہ تصرف بھی قلت علمی اور ناتجربہ کاری کی دلیل کہلائے گا! کلا وألف کلا۔

سچی بات تو یہ ہے کہ یہ تصرف اور رجوع ہمارے اسلاف کی انصاف پسندی اور ان کے اخلاص وتقویٰ کی دلیل ہے، کہ دلیل کی روشنی میں ان کے اجتہاد میں تبدیلی ہوا کرتی تھی، کبھی کسی دلیل کی بنیاد پر جواز کا فتویٰ دیا تو دوسرے وقت میں اس سے قوی دلیل ملنے پر عدم جواز کا فتویٰ دیا۔ یہی ہر عالم ربانی کی پہچان اور ہمارے اسلاف کی شان رہی ہے، پھر ہر عالم ربانی کی طرح علامہ البانی رحمہ اللہ بھی تغیر اجتہاد کی بنا کبھی کسی حدیث کو حسن یا ضعیف اور کبھی متابعات وشواہد ملنے پر اس کو "صحیح لغیرہ" یا "حسن لغیرہ" قرار دیں تو کیا یہ قلت علمی اور ناتجربہ کاری کی دلیل کہلائے گی؟

فکر و خیال کے انحطاط کی بھی حد ہو گئی کہ جو تصرف سلف میں باعث عزت اور بڑائی تھا اب وہی تصرف خلف میں باعث ذلت اور رسوائی بن گیا ہے۔

تعصب چھوڑ ناداں دہر کے آئینہ خانے میں
یہ تصویریں ہیں تیری جن کو سمجھا ہے برا تو نے

وقت کا اہتمام:

شیخ رحمہ اللہ کے شاگردوں اور آپ کو قریب سے جاننے والوں کا یہ تاثر ہے کہ ہم نے شیخ البانی کی طرح وقت کی قدر و قیمت کو جاننے والا اور ایک ایک لمحہ کی قدر کرنے والا کسی کو نہ دیکھا۔ آپ ایک منٹ کو بھی ضائع ہونے نہ دیتے اسی لیے آپ کے وقت میں برکت بھی تھی اور آپ کی طبیعت میں حرکت بھی۔ حرکت و برکت کے اتحاد ہی کا یہ کمال تھا کہ علم حدیث جیسے دقیق فن میں شیخ کی بے شمار تصنیفات، تالیفات اور تحقیقات آج ہمارے سامنے موجود ہیں۔ علم حدیث کے فنی قواعد کی عملی تطبیق سے "سلسلة الاحاديث الصحيحه" میں ہزاروں احادیث کی تصحیح و تحسین اور "سلسلةالأحاديث الضعيفة" میں ہزاروں احادیث کی تضعیف اور "منار السبيل" کی تخریج "إرواء الغليل" میں احکام سے متعلق بے شمار احادیث کی تحقیق و تخریج، یہ سب باتیں اسی وقت ممکن ہو سکی ہیں جبکہ آپ نے لمحے لمحے کی قدر کی ہے ورنہ بڑے بڑے دکتور حضرات کا بھی یہ اعتراف ہے کہ بعض اوقات صرف ایک حدیث پر حکم لگانے کے لیے اصولی قواعد کی پیچیدگیوں اور باریکیوں کی وجہ سے کئی ہفتے لگ جاتے ہیں۔

تصنیف و تالیف میں سرعت بھی تھی اور ساتھ ہی دقت بھی۔ مثلاً آپ کی مایۂ ناز تصنیف "أحكام الجنائز وبدعها" جو تقریباً جنازے سے متعلق تمام مسائل پر محیط ہے اور جس میں ساڑھے تین سو سے زائد صفحات ہیں۔ اس تصنیف میں صرف تین مہینے لگے ہیں۔ جبکہ ایک ایک مسئلہ کے لیے کئی کئی صفحات کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔

دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سونے کے لیے صرف چار گھنٹے اوسطاً رکھے تھے باقی بیس گھنٹوں میں نماز اور دیگر ضروریات کے علاوہ سارا وقت تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے۔ جس وقت آپ گھڑی سازی کیا کرتے تھے اس وقت بھی صرف تین گھنٹے کام کے لیے رکھے تھے باقی سارا وقت حدیث کی خدمت میں لگا دیتے۔

آپ کا سفر آخرت

وصیت نامہ:

شیخ البانی رحمہ اللہ نے وفات سے دس سال قبل ہی اپنی وصیت لکھ رکھی تھی۔ وصیت کا مضمون کچھ یوں تھا:

”میں اپنے بیوی بچوں اور دوست واحباب کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ جب انھیں میرے انتقال کی خبر معلوم ہو تو سب سے پہلے میرے لیے دعائے مغفرت کریں اور نوحہ خوانی اور چیخ و پکار سے پرہیز کریں۔ میری تدفین جلد از جلد کردیں، جو رشتہ دار اس بستی سے باہر ہوں جہاں میرا انتقال ہوگا، انھیں میرے انتقال کی خبر میری تدفین کے بعد دی جائے تاکہ ان کا انتظار تدفین میں تاخیر کا سبب نہ بنے۔ مجھے میرے پڑوسی اور فاضل دوست عزت خضر ابو عبداللہ غسل دیں، غسل کے بعد قریبی قبرستان ہی میں دفن کردیا جائے تاکہ قبرستان کی دوری کی وجہ سے جنازہ لے جانے کے لیے گاڑیوں اور سواریوں کے لیے مجبور نہ ہونا پڑے۔ میں اپنی ساری کتابیں اور اپنا سارا مکتبہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے مکتبہ کے لیے ہدیہ کرتا ہوں۔ جہاں میری زندگی کے خوشگوار ایام گزرے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمائے۔“

یہ آپ کی وصیت تھی جس سے آپ کا جذبۂ اتباع سنت عیاں ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ حدیث میں حکم ہے کہ اگر آدمی کسی بات کی وصیت کرنا چاہے تو وہ اپنے آخری ایام کا انتظار نہ کرے بلکہ جب دل میں وصیت کا ارادہ ہوا سی وقت لکھ دے، شیخ رحمہ اللہ نے اس پر عمل کرتے ہوئے اپنی وفات سے دس سال قبل ہی یہ وصیت لکھ رکھی تھی۔

حدیث میں جلد از جلد تکفین و تدفین کا حکم ہے اس کے باوجود لوگ اس میں بڑی تاخیر کرتے ہیں اس لیے خصوصیت کے ساتھ اس بات کی وصیت کردی تاکہ لوگ وصیت کا لحاظ کرتے ہوئے تاخیر نہ کریں۔

عرب ممالک میں جنازے کو عام طور پر گاڑیوں اور سواریوں کے ذریعہ قبرستان تک لے جایا جا تا ہے جس کی وجہ سے کئی سنتیں چوک جاتی ہیں۔ مثلاً جنازے کو کاندھا دینا، جنازے کو لے جاتے ہوئے ذرا تیز چلنا وغیرہ۔ یہ اور ایسی بے شمار سنتیں ہیں جو سواری کے استعمال سے چوک جاتی ہیں اس لیے خصوصیت کے ساتھ اس بات کی بھی وصیت کردی کہ جنازہ کے لیے گاڑی کا استعمال نہ ہو بلکہ لوگ اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے چلیں۔

اسی لیے انتقال کے بعد سعودی عرب کے مایہ ناز عالم شیخ محمد بن صالح عثیمین [1] نے بذریعہ ٹیلیفون شیخ کے اہل وعیال کو تعزیتی کلمات پیش کرتے ہوئے کہا تھا "اللہ کی رحمت ہو شیخ البانی رحمہ اللہ پر کہ نہ صرف ان کی زندگی بلکہ ان کی موت بھی اتباع سنت کا سبق تھی۔"

مرض الموت:

شیخ عرصہ سے بیمار تھے۔ پچاسی سال سے زائد عمر کے انسان کے لیے بڑھاپا خود ایک بیماری کی حیثیت رکھتا ہے۔ کمزوری حد سے زیادہ تھی، بیماری میں کبھی افاقہ ہوتا اور کبھی اضافہ۔ افاقہ ہوتا تو گھر ہی میں رہتے اور جب اضافہ ہوتا تو ہسپتال میں داخل کرادیے جاتے۔ افاقہ ہوتا بھی تو کمزوری اتنی زیادہ کہ کچھ کام نہ کر سکتے تھے اس کے باوجود خدمت حدیث کا ایسا جذبہ کہ خود نہ لکھ سکتے تو اپنے لڑکوں سے املا کرواتے۔

شیخ کے لڑکے عبد الطیف کا کہنا ہے کہ:

"والد صاحب جب آخری ایام میں تھے تو نیند کی حالت میں بھی گفتگو کرنے لگتے۔ لیکن یہ ساری گفتگو حدیث ہی سے متعلق ہوتی۔ ایک مرتبہ نیند میں فرمایا: "أعطوني سنن أبي داود" سنن ابی داؤد کی صحیح احادیث کا مجموعہ لاؤ! میں لے گیا اور قریب پہنچ کر میں نے کہا کہ صحیح سنن ابی داؤد حاضر ہے۔ کہنے لگے کہ فلاں صفحہ اٹھاؤ میں نے وہ صفحہ کھولا تو پوچھنے لگے اس

---

(۱) (افسوس کہ شیخ بھی ۱۰ جنوری ۲۰۰۱ء کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ إنا لله و إنا اليه راجعون ع خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طنیت را)

صفحہ میں پہلی حدیث کے راوی کون ہیں؟ میں نے کہا حضرت جابر! کہا کہ ٹھیک ہے جاؤ!"

شیخ عبداللطیف کہتے ہیں کہ یہ ساری گفتگو والد صاحب نے نیند کے عالم میں کی ہے۔

شیخ ابوالحسن المار بی المصری اپنی آخری ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "میں اپنے شاگردوں کے ساتھ شیخ کی خدمت میں پہنچا، شیخ علالت کی وجہ سے صاحب فراش تھے، حالت بہت نازک تھی۔ کمزوری اتنی تھی کہ شیخ ٹھیک سے بات بھی نہ کرسکتے تھے بڑی مشکل سے دو چار لفظ بول رہے تھے کہ اتنے میں میرے شاگردوں نے شیخ کے ہاتھ کا بوسہ لینا شروع کر دیا۔ شیخ نے بڑی تکلیف سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا پھر اس فعل کی کراہت کے سلسلے میں سلف سے منقول آثار سنانے شروع کر دیے۔ پھر مجھ سے کہا کہ ابوالحسن! تم اپنے شاگردوں کو نصیحت کرو کہ وہ ایسی غلو آمیز حرکتوں سے بچا کریں۔" شیخ ابوالحسن کہتے ہیں کہ میں شیخ کی اس استقامت اور آپ کی قوت حافظہ پر حیران رہ گیا۔ شیخ ابوالحسن المار بی کی طرح بہت سے لوگوں کییہ شہادت ہے کہ مرض الموت میں بھی آپ کی قوت حافظہ میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

شیخ کے شاگرد محمد بن ابراہیم شقرہ کہتے ہیں کہ میں نے مرض الموت میں تسلی دیتے ہوئے کہا کہ "بیماری کی شدت کی وجہ سے آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ بڑے لوگوں کی آزمائش سخت ہی ہوا کرتی ہے۔ آپ صرف بڑے ہی نہیں اپنی خدمات کی وجہ سے بہت بڑے ہیں اس لیے آپ کی آزمائش بھی بڑی ہے! میری بات سن کر ہلکا سا تبسم چہرے پر ظاہر ہوا اور ساتھ ہی آنکھوں سے آنسو بھی چھلک پڑے اور زبان سے بے ساختہ یہ دعا نکلی، "اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ خَيْرًا مِمَّا يَظُنُّوْنَ وَاغْفِرْ لِيْ مَا لَا يَعْلَمُوْنَ وَلَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا يَقُوْلُوْنَ."

وفات:

۲۲/ جمادی الآخر ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ کی شام عصر کے بعد اور مغرب سے کچھ دیر پہلے علوم و معارف کا یہ چراغ، سنت نبوی کا یہ خادم دنیا کو خیر آباد کہتا ہوا رفیق اعلیٰ سے جاملا۔ إنا لله وإنا إليه راجعون، "اللّٰهم أَجِرْنَا فِي مُصِيبَتِنَا وَأَخْلِفْلَنَا خَيْرًا مِنْهَا".

نماز جنازہ اور تدفین:

آپ کی وصیت کے مطابق تکفین وتدفین کے سارے انتظامات جلد کر لیے گئے، عصر بعد اور مغرب سے کچھ پہلے انتقال ہوا تھا اور عشاء بعد تدفین عمل میں آئی۔ وصیت کے مطابق آپ کے پڑوسی عزت خضر نے آپ کو غسل دیا۔ اور آپ کے شاگرد محمد بن ابراہیم شقرہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور نو تکبیروں کے ساتھ پڑھائی کیونکہ سنت سے یہ ثابت ہے کہ اہل فضل کے لیے ان کی نماز جنازہ میں عام لوگوں کے جنازے سے زائد تکبیریں کہی جا سکتی ہیں۔

وفات کی اطلاع صرف قرب وجوار کے لوگوں کو ہوئی تھی، شہر کے باہر کسی کو اطلاع نہیں دی گئی تھی پھر بھی پانچ چھ ہزار لوگوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

شیخ کو جس قبرستان میں دفن کیا گیا وہ ایک قدیم قبرستان تھا جس میں عرصے سے تدفین کا سلسلہ قانونی طور پر بند کر دیا گیا تھا بلکہ حکومت اس کو دوسری جگہ منتقل کرنے کی سوچ رہی تھی لیکن شیخ کی تدفین کے بعد حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ اب اس کے بعد اس میں کسی کو دفن نہیں کیا جائے گا۔ اور قبرستان کو بھی منتقل نہیں کیا جائے گا۔

اہل وعیال:

انتقال کے وقت شیخ کی اہلیہ ام الفضل بقید حیات تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے شیخ کو کل سات لڑکے اور لڑکیاں عطا کی تھیں۔ لڑکوں کے نام ہیں: عبد الرحمٰن، عبداللطیف، عبد الرزاق، عبدالمصور، عبدالاعلیٰ، محمد، عبدالمہیمن۔ اور لڑکیوں کے نام ہیں: انیسہ، آسیہ، سلامہ، حسّانہ، سکینہ اور ہبۃ اللہ۔

شاگرد:

شیخ کے شاگردوں کی بڑی تعداد ہے۔ زندگی بھر شیخ کی رفاقت میں رہنے والوں میں سرفہرست محمد عید العباسی، مشہور حسن، علی حسن الحلبی، سلیم الہلالی، محمد بن موسیٰ آل نصر وغیرہ

ہیں اور یہ وہ نام ہیں جو علمی اور تحقیقی میدان میں محتاج تعارف نہیں ہیں۔ شیخ کی وفات کے بعد آپ کے یہ وفادار شاگرد شیخ ہی کے نہج پر تحقیقی کاموں میں مصروف ہیں۔ جنہیں دیکھ کر ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے شیخ جاتے جاتے زبان حال سے کہہ گئے ہوں:

سورج ہوں زندگی کی رمق چھوڑ جاؤں گا

میں ڈوب بھی گیا تو شفق چھوڑ جاؤں گا

ابن باز رحمہ اللہ کی دو عظیم شہادتیں:

شیخ البانی رحمہ اللہ کی وفات پر عالم اسلام کی جانی مانی شخصیتوں اور بے شمار علماء نے اپنے درد و رنج کا اظہار کرتے ہوئے شیخ کی عظیم خدمات کو داد تحسین پیش کیا ہے۔ طوالت کے خوف سے صرف شیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ کا تاثر پیش کیا جارہا ہے تاکہ جنھیں ابن باز رحمہ اللہ کے فضل کا اعتراف ہے وہ بلاواسطہ نہ سہی بالواسطہ ہی شیخ البانی رحمہ اللہ کے فضل سے واقف ہوجائیں۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ شیخ البانی رحمہ اللہ کے علم و فضل اور تقویٰ و تدین کے معترف اور قائل تھے، دونوں کے درمیان بڑے گہرے تعلقات بھی تھے، کبھی کبھی مراسلت بھی ہوا کرتی تھی۔ شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے شیخ البانی رحمہ اللہ کے تعلق سے دو عظیم شہادتیں دی ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

پہلی شہادت یہ ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے ابن باز رحمہ اللہ کے آگے البانی صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ''محدث شام البانی نے فرمایا: شیخ ابن باز نے فوراً ٹوکا اور فرمایا کہ شیخ البانی کو محدث شام نہ کہو بلکہ محدث العصر کہو۔''

دوسری شہادت یہ ہے کہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ حدیث میں آتا ہے کہ ہر صدی کے آغاز میں ایک مجدد پیدا ہوتا ہے لہٰذا آپ کی نظر میں اس صدی کا مجدد کون ہے؟ شیخ ابن باز رحمہ اللہ کہنے لگے میرے خیال میں شیخ البانی اس حدیث کے مصداق اور مجدد ہو سکتے ہیں۔ واللہ اعلم'' دکتور عاصم نے با قاعدہ سند کے ساتھ یہ شہادت پیش کی ہے۔ نیز محدث یمن علامہ مقبل ابن ہادی الوادعی نے بھی شیخ کے تعلق سے ایسی ہی شہادت دی ہے۔

حرف آخر

شیخ البانی رحمہ اللہ کی وفات سے علمی میدان میں خصوصاً علم حدیث کے میدان میں جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا بہت مشکل ہے۔ کیونکہ آپ کی علمی قابلیت بے نظیر تھی اور آپ کی خدمات بھی بے مثال تھیں، آپ کی علمی خدمات کا یہ پہلو آپ کو اپنے ہم عصروں میں ممتاز کرتا ہے۔ آپ اپنی پچاسی سالہ زندگی میں امت کے لیے صدیوں کا علمی ذخیرہ فراہم کر گئے، آپ کو اور آپ کی خدمات کو آنے والی نسلیں کبھی فراموش نہیں کر سکتیں۔ آپ امت کو بہت کچھ دے گئے، خرافات کی بیڑیوں میں جکڑی ہوئی امت کو پیغام حقیقت دے گئے، ضعیف اور صحیح احادیث کی پہچان دے گئے، تحقیق و جستجو کا واضح منہج دے گئے، مسافر راہ حق کو منزل کا پتہ دے گئے، دعاۃ و مبلغین کے لیے حوصلہ مندی کا سبق دے گئے۔ غرض آپ امت کو وہ اصول دے گئے جو امت کی نشاۃ ثانیہ کے لیے سنگ میل ثابت ہوں گے۔ ی۔لی۔ت قومي يعلمون ! کاش امت اپنے اس محسن کو پہچانے اور اس کے دیے ہوئے پیغام پر ٹھنڈے دل کے ساتھ غور کرے۔ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ !

آپ کی شخصیت پر بہت کچھ لکھا گیا اور بہت کچھ لکھا جائے گا، آپ کے لیے یہ اعزاز ہی کیا کم تھا کہ آپ کی زندگی ہی میں آپ کی سیرت اور آپ کی خدمات پر دو ضخیم جلدوں پر مشتمل کتاب لکھی گئی اور اب کالیکٹ یونیورسٹی کیرلا میں بھی زکریا اصلاحی نامی محقق آپ کی شخصیت اور آپ کی علمی خدمات پر پی ایچ ڈی کا مقالہ تیار کر رہے ہیں۔

شیخ البانی اور آپ کی علمی خدمات کے تعلق سے لکھا ہوا یہ مضمون صرف تعارفی نہیں بلکہ سبق آموز بھی ہے، مضمون کے اختتام پر جہاں دل کو سرور ہے وہیں قلم کو اعتراف قصور بھی ہے کہ یقیناً شیخ کی ذات کے اور بہت سے پہلو آپ کی علمی خدمات کے اور بہت سارے گوشے ہیں جنھیں قید تحریر میں لانے سے قلم عاجز رہا ہے۔ تاہم یہ قوی توقع ہے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے

اس کی روشنی میں اہل نظر حضرات کو شیخ کے حقیقی مقام کو سمجھنے میں مدد ضرور ملے گی۔ یہی اس مضمون کا معاوضہ بھی ہے اور یہی اس کا مقصود بھی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی مغفرت کرتے ہوئے آپ کی خدمات کو قبول فرمائے اور آخرت میں سنت نبوی کے اس مخلص خادم کو انبیاء وصدیقین اور شہداء وصالحین کی رفاقت عطا کرے۔ آمین ثم آمین

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ.

مؤلف بیک نظر

- ❖ عبدالعظیم عمری مدنی
- ❖ ۷ دسمبر ۱۹۷۷ء کو پیدا ہوئے۔
- ❖ ۱۹۸۵ء کے اواخر میں جامعہ دارالسلام میں داخلہ لیا۔
- ❖ ۱۹۹۶ء میں جامعہ دارالسلام سے سند فراغت حاصل کی۔
- ❖ ۱۹۹۸ء تا ۲۰۰۳ء الجامعۃ الاسلامیۃ (مدینہ منورہ) میں زیر تعلیم رہے۔
- ❖ پہلا مقالہ راہ اعتدال میں ہندوستان کے غیر مسلموں میں دعوت و تبلیغ کے نام سے شائع ہوا۔
- ❖ ماہنامہ راہ اعتدال میں آج کل حدیث کے دروس کا سلسلہ جاری ہے۔
- ❖ اسلامی اور ادبی موضوعات سے دلچسپی ہے۔
- ❖ من ھو اللہ (عربی) کا اردو ترجمہ کر چکے ہیں۔
- ❖ رابطہ: مولانا عبدالعظیم عمری مدنی
- ❖ جامعہ دارالسلام عمر آباد. ۶۳۵۸۰۸ (تمل ناڈو)

دارالہدیٰ کا مختصر تعارف

- اسلامی معاشرہ میں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی تعلیمات کو سلف صالحین کے طریقہ پر عام کرنا۔
- لوگوں میں صحیح اسلامی عقیدہ کا تعارف کرانا اور ان کے غلط عقیدوں کی اصلاح کرنا۔
- اسلام کی عالمگیر دعوت کو صحیح بنیادوں کی روشنی میں عام وخاص تک پہنچانا۔
- اتحاد امت کے لیے حقیقی بنیادوں پر لائحہ عمل تیار کرنا اور اس کو معاشرے میں نافذ کرنا۔
- امت میں پائی جانے والی تعلیمی پسماندگی کو دور کرنا اور تعلیمی وسائل کی روشنی میں نئے امکانات سے واقف کرانا۔
- باوثوق اور معتمد علماء کی علمی خدمات کی حفاظت کرنا اور اس کو منظر عام پر لانا۔
- متخصصین اور باحثین کو (ان کی علمی وتحقیقی خدمات) کے لیے اسباب فراہم کرنا۔
- مدارس کے طلبہ کے مابین دینی مسابقات پر توجہ دینا اور ان کی مناسب ہمت افزائی کرنا۔
- مسلم نوجوانوں کی دینی تربیت کے لیے مختلف پروگراموں کا اہتمام کرنا اور ان میں اسلامی معاشرے کے مطلوبہ اوصاف پیدا کرنا۔
- امت کو سلف صالحین کے مبارک منہج سے وابستہ کرنا، بقول امام دار الہجرۃ حضرت مالک بن انس رحمہ اللہ: لَنْ يَصْلُحَ آخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ إِلَّا بِمَا صَلَحَ بِهٖ أَوَّلُهَا.

ملت کے ساتھ رابطۂ استوار رکھ

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

علامہ اقبال

ہماری مطبوعات

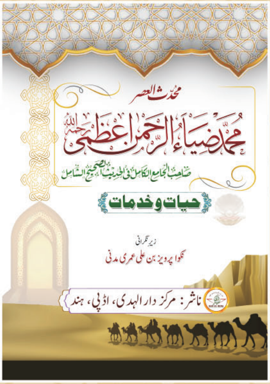

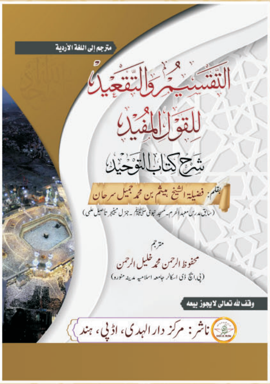

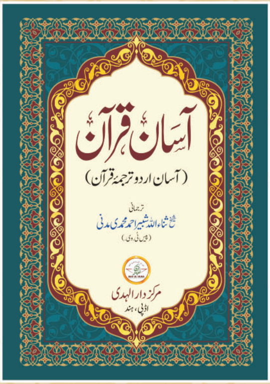

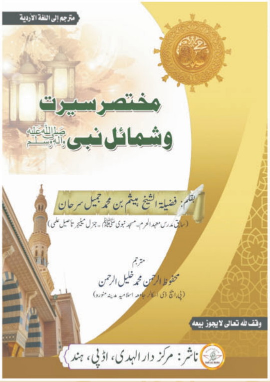

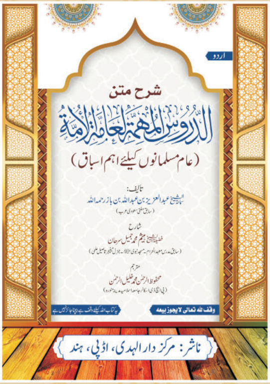

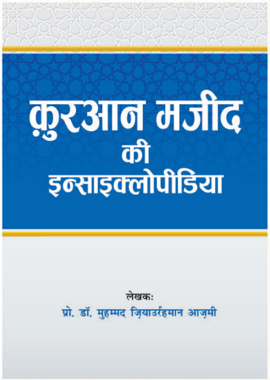

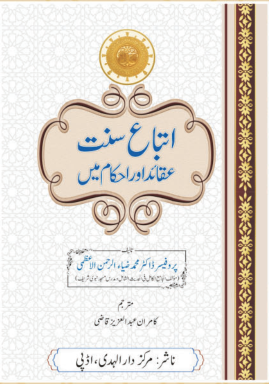

DAR-UL-HUDA
1, First Floor, Himalay Pearl, Manipal Road
Kadiyali, Udupi, Karnataka - India Pin: 576102
Tel.: 0820 2525905, Mob.: +91 8904481890
Whatsapp: +966 507472706 | E.: dar_ul_hudaudupi@yahoo.com